مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ
الامداد
لاہور پاکستان

مدیر مسئول
(مولانا) مشرف علی تھانوی

مدیر
ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

شمارہ ۵	رجب ۱۴۳۶ھ / مئی ۲۰۱۵ء	جلد ۱۶

اسباب الفضائل

فضائل دینیہ کے اسباب

از افادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۲۰ روپے

زر سالانہ =/۲۰۰ روپے

ناشر: (مولانا) مشرف علی تھانوی

مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس

۲۰/۱۳ اریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور

مقام اشاعت

جامعۃ دار العلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

ماہنامہ الامداد لاہور

۳۵۴۲۲۲۱۳
۳۵۴۳۳۰۴۹

پتہ دفتر

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

(اسباب الفضائل)

فضائل دینیہ کے اسباب

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۹	تمہید...........................	۱......
۹	لوگوں کے طبقات تمہید...........................	۲......
۱۰	علماء پر اعتراض اور اس کا جواب................	۳......
۱۱	دنیا کمانے کی ترغیب کی ضرورت نہیں..............	۴......
۱۲	حضرت انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض........................	۵......
۱۲	دنیا دار علماء...........................	۶......
۱۳	قابل اعتماد علماء...........................	۷......
۱۳	علماء پر اعتراض کی مثال........................	۸......
۱۵	علماء پر دوسرے اعتراض کا جواب..................	۹......
۱۶	دوسرا طبقہ...........................	۱۰......
۱۶	گناہ کو گناہ تو سمجھو...........................	۱۱......
۱۷	ہر حکم کی دلیل قرآن سے طلب کرنے کا نقصان.......	۱۲.....

۱۳..... دلائل شرعیہ ۱۸

۱۴..... ہر مسئلہ کو قرآن سے ثابت کرنا مناسب نہیں ہے ۱۸

۱۵..... کدورت گناہ معلوم کرنے کا طریقہ ۲۰

۲۱..... تیسرا طبقہ ۲۱

۱۷..... چوتھا طبقہ ۲۲

۱۸..... فضائل دینیہ کے حصول کا طریقہ ۲۳

۱۹..... بذریعہ توجہ حصول کمال کا انجام ۲۴

۲۰..... بذریعہ توجہ کیفیات کا حصول ۲۵

۲۱..... پانچواں طبقہ ....

۲۲..... ناواقف پیروں کا حال ۲۶

۲۳..... شیخ کامل کا طریقہ علاج ۲۸

۲۴..... مبتلائے عشق مجازی کا علاج ۳۰

۲۵..... ذکر وشغل یک قیود قربات مقصود نہیں ہیں ۳۲

۲۶..... ثمرات کا محل ۳۳

۲۷..... ثمرۂ مشترک ۳۴

۲۸..... چھٹا طبقہ ۳۴

۲۹..... ساتواں طبقہ ۳۶

۳۰..... تمام طبقات کی اصلاح ۳۶

۳۱..... اعمال کا درجہ ۳۹

۳۲..... اصل فضل الٰہی ہے ۳۹

۳۳..... ازواج مطہرات کا احسان ۳۹

۳۴..... عارف کی دو رکعت کا ثواب ۴۱

۳۵..... عمل کی ضرورت واہمیت ۴۱

۳۶..... طلب شرط ہے ۴۲

۳۷..... ہمارے اعمال اور عطاء الٰہی کی مثال ۴۳

۳۸..... عمل کا درجہ ۴۴

۳۹..... شبہ کا جواب ۴۵

۴۰..... قبولیتِ دعا کی حقیقت ۴۵

۴۱..... مقصود بیان ۴۷

۴۲..... حصولِ علم کا طریقہ ۴۷

۴۳..... اہمیت مدارس ۴۸

۴۴..... عورتوں کے لئے حصول علم کا طریقہ ۴۸

۴۵..... علم کا فائدہ ۴۹

۴۶..... تحقیق مسائل کی ضرورت واہمیت ۴۹

۴۷..... علم کا دینی فائدہ ۵۱

۴۸..... عمل کی اہمیت ۵۲

۴۹..... طلباء کو نصیحت ۵۳

۵۰..... حاصل وعظ ۵۴

وعظ

(اسباب الفضائل)

فضائل دینیہ کے اسباب

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے وعظ ''اسباب الفضائل،، جامع مسجد دیوبند میں مہتمم مدرسہ کی درخواست پر ۹ صفر ۱۳۳۴ھ بروز جمعہ کھڑے ہوکر سوا گھنٹہ تک ارشاد فرمایا، مضمون تھا فضائلِ دینیہ کے طالبین کی اصلاح۔ اس وعظ میں حضرت تھانوی نے فضائلِ دینیہ کے طالبین کے سات طبقات کا ذکر فرمایا ان کی غلطیوں کی نشاندھی کرتے ہوئے اصلاح کا طریقہ ارشاد فرمایا، حضرت مولانا عبداللہ صاحب گنگوھی نے وعظ قلم بند فرمایا، سامعین کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی عوام طلباء اور علماء کا مجمع تھا۔ یہ وعظ عوام وخواص سب کے لئے انتہائی مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ سب پڑھنے والوں کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۳۴ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارک وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَافَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعۡضَکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ لِلرِّجَالِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبُوۡا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبۡنَ ؕ وَاسۡئَلُوا اللّٰہَ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ﴾(۱)

تمہید

یہ ایک آیت ہے سورۂ نساء کی، جس میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے بعض اُن غلطیوں کی اصلاح فرمائی ہے جو فضائل دینیہ کے متعلق مختلف لوگوں کو واقع ہو جاتی ہیں یہ خلاصہ اور حاصل ہے اس آیت کا اور وہ غلطیاں مختلف ومتعدد ہیں اور ان کے تعدد کی وجہ سے لوگوں کے متعدد طبقے ہیں۔

لوگوں کے طبقات تمہید

اول طبقہ تو وہ ہے کہ جن کو فضائل کا اہتمام ہی نہیں اور نہ ان کے حاصل

(۱) سورۂ نساء: ۳۲۔

کرنے کی سعی (۱) کرتے ہیں اور وجہ اس عدم اہتمام کی (۲) یہ ہے کہ فضائل دینیہ کو فضائل میں شمار ہی نہیں کرتے ہیں۔ اسی لئے انکو وہ مطلوب ہی نہیں اور ان سے بڑھ کر وہ طبقہ ہے جو فضائل دینیہ کو (نعوذ باللہ) فضول سمجھتے ہیں بلکہ طالبان فضائل کے ساتھ تمسخر (۳) کرتے ہیں۔ بکثرت ایسے لوگ بھی اہل اسلام میں موجود ہیں الحمدللہ۔ اکثر تو نہیں ہیں، اور خدا تعالیٰ وہ دن نہ کرے کہ اکثر ہوں، لیکن کثیر ضرور ہیں اور منشا ان کے اس تمسخر اور فضول سمجھنے کا یہ ہے (۴) کہ وہ دنیا کی اس درجہ پرستش کرتے ہیں (۵) کہ اسی کو اپنا قبلہ توجہ بنالیا ہے اس لئے وہ دین اور فضائل دینیہ کے طالبوں سے تمسخر کرتے ہیں۔

علماء پر اعتراض اور اس کا جواب

اور عام صلحاء سے گذر کر علماء سے استہزاء (۶) سے پیش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان علماء ہی نے مسلمانوں کی راہ ماری ہے (۷) ان سے جب سنا جاتا ہے دین ہی کا سبق سنا جاتا ہے۔ دنیا کی ضرورت سے یہ بے خبر ہیں کبھی ان سے دنیا کے متعلق کوئی مضمون ہی مسموع (۸) نہیں ہوتا۔ حالانکہ اگر دنیا نہ ہوتو یہ لوگ جو مفت کی روٹیاں کھارہے ہیں یہ ان کو کہاں سے ملے کس قدر کم عقل ہیں کہ جس درخت پر بیٹھتے ہیں اسی کی جڑ کاٹتے ہیں ان سے زیادہ احمق کون ہوگا۔ اور کہتے ہیں کہ ان کے وجود سے کوئی نفع نہیں بلکہ ضرر ہے کہ مسلمانوں کی ترقی کو انہوں نے بند کردیا ہے، ہم کو اس طبقہ سے مفصل گفتگو کی ضرورت نہیں اس لئے کہ مفصل دلائل عقلیہ کی ضرورت تو اس وقت ہو جبکہ یہ کتاب وسنت کو نہ مانتے ہوں اور جبکہ مسلمان ہیں اور

---

(۱) کوشش (۲) اہتمام نہ ہونے کی (۳) مذاق (۴) ان کے مزاق اڑانے اور بیکار سمجھنے کی وجہ (۵) دنیا کی بہت زیادہ پوجا کرتے ہیں (۶) مذاق اڑاتے ہیں (۷) مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے (۸) نہیں سنا جاتا۔

کتاب وسنت کے معتقد ہیں اس لئے ہم کو وہ آیات یا احادیث پیش کر دینا کافی ہیں جو ان کے دعوے کے صریح معارض ہیں ہاں جو اس میں واقعی شبہات پیدا ہوں ان کا دفع کرنا ہمارے ذمہ ضروری ہے باقی عناد کا جواب بجز اس کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہ لَنَآ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ(۱) بہرحال اس وقت ہم کو ردوقدح(۲) کی ضرورت نہیں۔ مختصر طور سے عاقل کو یہ کافی ہے کہ غور کرنا چاہیئے کہ ان حضرات کا طعن اور استہزاء علماء ہی تک نہیں رہتا۔ اس کی نوبت تو خود حضور ﷺ تک پہنچتی ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے تمام عمر بحکم الٰہی مخلوق کو دین کی طرف بلایا ہے اور دنیا اور اہل دنیا کی مذمت فرمائی ہے اور دنیا کے کام جو تبعاً واستطراداً للدین(۳) کئے ہیں سو یہ امر آخر ہے گفتگو تو اس میں ہے کہ دنیا کی طرف ترغیب دینا سو یہ کبھی کسی نبی نے نہیں کیا۔

دنیا کمانے کی ترغیب کی ضرورت نہیں

اور دنیا کی طرف ترغیب دینے کی ضرورت بھی نہیں اس کی طرف تو پہلے سے رغبت موجود ہے فطری طور سے ہر شخص بلکہ ہر ذی روح(۴) کھانے پینے کی ضرورت کا احساس کرتا ہے سو جو امر ایسا ہو کہ اس کی طرف فطری طور سے انجذاب(۵) ہو اس کی طرف کیا ضرورت ہے کہ انبیاء وعلماء ومصلحین قوم ترغیب دیں۔ ہر وقت ہر آدمی کے اندر دو واعظ ایسے ہیں کہ جو اس کی طرف مائل کرتے ہیں جس میں ایک کا نام پیٹ ہے اور دوسرے کا نام پیٹھ ہے(۶) یہ دو واعظ ایسے ہیں جو ہزاروں واعظوں کا مقابلہ کرتے ہیں پس جو شئے اتنی بدیہی ہو انبیاء کو کیا

(۱) ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں تمہارے لئے تمہارے اعمال (سورۃ القصص:۵۵) (۲) بحث کرنے کی ضرورت نہیں (۳) دنیا کے جتنے کام کئے بھی ہیں وہ تبعاً کئے اور دین پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہی کئے ہیں (۴) جان دار (۵) طبیعت مائل ہو (۶)۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ضرورت ہے کہ اس کے اندر اپنا وقت ضائع کریں اور قطع نظر اس کے کہ دنیا کی ضرورت محسوس ہے یا نہیں اور اس کی ترغیب کی ضرورت ہے یا نہیں۔

حضرت انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض

آپ غور فرمائیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کس لئے مبعوث ہوئے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الانبیاء ہیں کوئی کمال انبیاء سابقین میں ایسا نہیں جو حضور میں نہ ہو آپ کی بعثت کی غرض کو بیان کردینا گویا سب انبیاء کی بعثت کی غرض کو بیان کردینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف آوری کی غرض قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (۱) ''یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا مومنین پر جب کہ بھیجا ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ پڑھتے ہیں ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتے ہیں ان کو اور سکھلاتے ہیں ان کو کتاب اور حکمت اور بیشک تھے وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرض منصبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محض دین تھا او علماء ورثۃ الانبیاء ہوتے ہیں پس آپ کے ورثہ سے اس کے خلاف کی کیسے توقع ہوسکتی ہے۔ اور اگر وہ ایسا کریں تو وہ سچے وارث نہیں ہیں۔

دنیا دار علماء

اور اس سے بڑھ کر میں عرض کرتا ہوں کہ جو حضرات علماء کو یہ رائے دے رہے ہیں کہ وہ دنیا کی ترغیب دیں اگر خدانخواستہ علماء ان کی رائے کے موافق عمل کرنے لگیں تو ذرا اپنے وجدان کی طرف غور کریں کہ ان کے بارے میں کیا فتویٰ

(۵) سورہ آل عمران: ۱۶۴۔

ان حضرات کا ہوگا، سب سے پہلے یہی حضرات ان علماء سے بداعتقاد ہوجائیں گے۔ غرباء جو محبّ دین ہیں وہ تو ان علماء کے فعل کو کسی محمل حسن پر بھی محمول کرلیں گے(۱) اور تاویل کریں گے کہ میاں کوئی ضرورت دینی ہوگی لیکن یہ حضرات سب سے پہلے مخالف ہوں گے اور کہیں گے کہ میاں ان کو دنیا کے قصوں میں گھسنا کیا زیبا تھا انہوں نے کیوں خواہ مخواہ اس میں ٹانگ اڑائی چنانچہ جو عالم اس قسم کے ہیں ان کو لوگ سب کچھ کہتے ہیں اور سارا اعتقاد رخصت ہوجاتا ہے علم وفضل کا اقرار اُسی شخص کے کرتے ہیں جس کو سمجھتے ہیں کہ دنیا سے اس کو کم تعلق ہے۔

قابل اعتماد علماء

مسائل کی تحقیق کا جب وقت آتا ہے تو اُسی عالم کی طرف رجوع کرتے ہیں جو تارک الدنیا ہو اور جو عالم اہل دنیا سے ملتا ہو اور دنیوی قصوں میں دخیل ہو اُس کا اعتبار نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ میاں وہ تو دنیادار ہیں اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے عجیب بات ہے کہ جس مسلک کو وہ خود اپنے برتاؤ سے مذموم (۲) سمجھتے ہیں علماء کو اس کی طرف بلانا چاہتے ہیں پس علماء کا کام صرف دین کی ترغیب دینا اور دنیا میں انہماک سے بچانا ہے ان کا یہی بڑا احسان ہے کہ اگر کسی کو راغب الی الدنیا(۳) دیکھیں تو اس کو مانع نہ ہوں۔

علماء پر اعتراض کی مثال

چنانچہ علماء پر اس اعتراض اور رائے دینے کی میں نے ایک مثال تجویز کررکھی ہے کہ جس کو میں نے پہلے بھی متعدد بار بیان کیا ہے اُس مثال سے یہ

(۱) علماء کے اس عمل کی کوئی عمدہ تاویل بھی کرلیں گے (۲) برا سمجھتے ہیں (۳) دنیاء کی طرف کسی کو رغبت کرتے ہوئے دیکھیں۔

مضمون خوب منقح (۱) ہوجاتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک مریض جو سالہا سال سے مرض دق میں مبتلا ہے لیکن ابھی تک لاعلاج نہیں ہوا معالجہ کی غرض سے مثلاً حکیم محمود خان کے پاس دہلی گیا اور حکیم صاحب کا مکان تلاش کر کے اُن کی خدمت میں پہنچا حکیم صاحب کو نبض دکھائی اُنہوں نے نسخہ لکھدیا جب نسخہ لیکر ان کے مکان سے نکلا تو دیکھا کہ ان کی دہلیز (۲) میں ایک چمار بیٹھا جوتی سی رہا ہے چمار نے پوچھا کہ کیوں میاں کہاں گئے تھے مریض نے کہا کہ میں بیمار ہوں حکیم صاحب سے نسخہ لکھوا کر لایا ہوں چمار نے کہا حکیم صاحب نے نسخہ تو لکھدیا اور تم کو یہ رائے نہ دی کہ تمہاری جوتی پھٹ رہی ہے اس کو سلوالو حکیم صاحب کو اتنی عقل نہیں کہ جوتی سلوانے کی رائے دے دیتے معلوم نہیں کہ یہ حکیم کیوں بنے ہیں جن کو اس کی ضرورت کا بھی احساس نہیں پس جن حضرات کے نزدیک اس چمار کی رائے صحیح ہے وہ تو ہمارے مخاطب نہیں اس لئے کہ جو اتنے احمق ہیں کہ اس چمار کے اعتراض اور رائے کو صحیح بتارہے ہیں وہ قابلِ خطاب نہیں ہیں ان سے گفتگو کرنا لاحاصل ہے اور اگر یہ رائے چمار کی غلط ہے تو بس ہمارے پاس اس سے ایک بہت اچھا جواب الزامی حاصل ہوگیا کہ جیسے آپ اس چمار کو یہ جواب دیں گے کہ حکیم صاحب کا یہ فرض منصبی نہیں ہے کہ جوتی سلوانے کی ترغیب دیں اور اگر حکیم صاحب جوتی کے متعلق کچھ نہ کہیں تو ان پر بالکل الزام نہیں ہے اُن پر تو الزام جب ہے جبکہ وہ جوتی سلوانے سے منع کریں بلکہ اگر وہ اس کی ترغیب دیں تو ان پر اعتراض ہے کہ انہوں نے اپنا فرض منصبی چھوڑ کر دوسرا کام کیوں کیا ایسے ہی ہم ان حضرات کو جواب دیں گے کہ علماء اطباء روحانی ہوتے ہیں ان کا فرض منصبی دین کی ترغیب ہے اگر دنیا کے متعلق یہ کچھ بولیں تو ان کا منصب نہیں ہے ہاں اگر یہ دنیا

(۱) خوب سمجھ میں آجاتا ہے (۲) ان کی چوکھٹ پر۔

کی تحصیل سے منع کریں تو بیشک ان پر الزام ہے۔

علماء پر دوسرے اعتراض کا جواب

اگر کوئی کہے کہ ہم نے تو ایسے علماء بہت دیکھے ہیں کہ تحصیل دنیا سے منع کرتے ہیں چنانچہ اگر کسی تجارت کی صورت کے متعلق ان سے دریافت کیا جائے تو لا یجوز اگر کسی نوکری کو پوچھا جاوے تو لا یجوز جواب ملتا ہے۔ غرض انہوں نے بجز لا یجوز کے کوئی سبق نہیں پڑھا ہے اس کا جواب بھی اس مثال میں غور کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے کہ اگر وہ چمار جوتی اس طرح سیئے کہ پاؤں کو بھی جوتی کے ساتھ سی رہا ہو اور پاؤں کیلیں لگا دینے کی وجہ سے بے حس ہو رہا ہو اس لئے اس کو الم (۱) محسوس نہیں ہوتا تو اس وقت حکیم صاحب کہیں گے کہ کمبخت تو کیا کر رہا ہے اس وقت تو بوجہ بے حس ہونے کے الم نہیں معلوم ہوتا لیکن یاد رکھ کہ زخم پڑ جائے گا اور پلوں (۲) دوڑ جائے گی اور اس وقت اگر حکیم صاحب نہ بولیں گے تو ان پر الزام ہے اسی طرح علماء جب یہ دیکھتے ہیں کہ اس دنیا کمانے میں دین کا فساد ہے تو وہ ضرور ایسی دنیا سے منع کریں گے اور اگر حدود کے اندر رہ کر دنیا حاصل کریں گے تو اجازت دیں گے ورنہ وہ یہ کہیں گے۔

مبادا دلِ آں فرد مایہ شاد   کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

الحاصل بعض حضرات وہ ہیں جن کو فضائل دینیہ کا انکار ہے لیکن یہ لوگ تعداد میں طبقۂ اولیٰ سے کم ہیں اور طبقہ اولیٰ گو منکر تو نہیں ہیں لیکن کالمنکر ہیں (۴) انکار اور اعتراض اُس درجہ کا نہیں ہے مگر حالاً منکر ہیں کہ ان کو اہتمام کسی درجہ میں اُن کی تحصیل کا نہیں ہے۔

---

(۱) درد محسوس نہیں ہوتا (۲) زہر پھیل جائے گا (۳) وہ اپنے دل میں اس بات پر خوش ہو رہا ہے کہ دنیا کی خاطر اپنا دین برباد کر لیا (۴) منکر ہی کی طرح ہیں۔

دوسرا طبقہ

دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جس وقت اُن کے سامنے فضائل دینیہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو متاثر ہوتے ہیں گردنیں جھکا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کہیں دُنیا میں ایسے پھنسے ہیں کہ خلاصی (۱) نہیں ہوتی انہوں نے اپنا لقب سگِ دنیا(۲) اور گناہ گار کہا ہے یہ پہلوں سے اچھے ہیں اپنے گناہوں کا ان کو اعتراف تو ہے ان سے اُمید ہے کہ کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق ہو جاوے گی۔

گناہ کو گناہ تو سمجھو

مجھے اس کی شکایت ہے اور بارہا یہ مضمون بیان کیا ہے کہ صاحبو! اگر آپ سے معاصی چھوٹ نہیں سکتے اور یہ سمجھ رہے ہو کہ ان کے ترک میں ہمارے دنیوی اغراض (۳) فوت ہوتے ہیں جیسے رشوت وغیرہ، تو خدا کے لئے اتنا تو کرو کہ ان کو حرام اور گناہ، اور اپنے آپ کو گناہ گار و مبتلا تو سمجھو۔ اس میں تمہارا کوئی دنیا کا حرج نہیں ہے جو اغراض اور حاجات تم گناہوں میں سمجھ رہے ہو وہ جس طرح اُن کو بدوں (۴) گناہ سمجھے پوری ہو رہی ہیں اسی طرح ان کو گناہ سمجھ کر کرنے میں بھی پوری ہونگی، مثلاً رشوت کی نسبت لوگوں کا خیال ہے کہ اگر نہ لیں گے تو کام نہ چلے گا اس لئے کہ پچاس کا خرچ ہے اور دس کی آمدنی ہے تو یہ خیال اگرچہ غلط ہے اس لئے کہ حلال کی آمدنی میں حق تعالیٰ وہ برکت عطا فرماتے ہیں کہ اُس میں بہت سے کام بن جاتے ہیں اور تمام روپیہ اپنے ہی کام آتا ہے اور حرام کی آمدنی میں ایسی بے برکتی ہوتی ہے کہ باوجود کثرت ظاہری کے روپیہ ضائع ہوتا ہے اور حاجتیں باقی رہ جاتی ہیں ہم نے بہت دیکھا ہے کہ ایسے لوگوں کا روپیہ اکثر اُن کے کام نہیں آتا لیکن ہم نے تسلیم

(۱) دنیا سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا (۲) دنیا کا کتا (۳) دنیاوی مقاصد (۴) بغیر گناہ سمجھے۔

کرلیا کہ بغیر رشوت کے کام نہیں چلتا ہے لیکن اُس کو حرام سمجھنے سے تو کوئی کام بند نہیں ہوتا آپ لیتے رہیں مگر ساتھ ہی اس کے اُس کو گناہ اور اپنے کو عاصی (۱) اور نافرمان بھی سمجھو اس کے حلال سمجھنے پر تو کوئی کاروائی موقوف نہیں ہے میں نے ڈھاکہ میں اس مضمون کو بیان کیا تھا وہاں ریش (۲) کے دشمن بہت سے مجھ کو نظر آئے میں نے کہا تھا کہ مجھے آپ صاحبوں سے یہ امید تو ہے نہیں کہ میرے کہنے سے آپ داڑھی رکھ لیں گے مگر خدا کے واسطے اس کو حرام تو سمجھو بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں تو کہیں داڑھی رکھنے کا حکم آیا نہیں پھر ہم کیوں رکھیں ان حضرات کا یہ عذر اس وقت مسموع (۳) ہوتا جبکہ دلائل شرعیہ قرآن شریف ہی میں منحصر ہوتے قرآن مجید میں بہت سے مسائل منصوص نہیں ہیں آج کل یہ عام عادت ہوگئی ہے کہ ہر مسئلہ کی دلیل قرآن مجید سے مانگتے ہیں اور ہمارے بعض علماء بھی ایسے خلیق ہیں کہ وہ سوچ ساچ کر نکالتے ہیں۔

ہر حکم کی دلیل قرآن سے طلب کرنے کا نقصان

یاد رکھو یہ راہ کھولنا سخت مضر ہے اس لئے کہ تم نے بہت عرق ریزی کر کے ان کے ایک سوال کا جواب دے دیا وہ دوسرا سوال کریں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں ہر مسئلہ منصوص نہیں ہے۔ تو لامحالہ تم کو کسی نہ کسی مقام پر بلکہ اکثر مواقع میں ساکت (۴) ہونا پڑے گا اور اس سکوت (۵) کے یہ معنی ہوں گے کہ یہ مسئلہ شریعت میں ثابت نہیں ہے۔ اور نیز قرآن سے مسائل کو نکالنا اور اسکی کوشش کرنا کہ ہر مسئلہ قرآن سے ثابت ہو در پردہ اس کا دعویٰ ہے کہ دلیل صرف قرآن ہے اور حدیث واجماع امت وقیاس کوئی شئے نہیں ہے علماء کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں سے باضابطہ گفتگو کریں۔

(۱) گناہگار (۲) داڑھی کے مخالفین (۳) اس وقت سنا جاتا (۴) خاموش (۵) اس خاموشی کا یہ مطلب ہوگا۔

دلائل شرعیہ

اور ادلۂ اربعہ (۱) میں سے جس دلیل سے وہ مسئلہ ثابت ہو، ثابت کریں اور موٹی بات ہے کہ اثبات مدعا کے لئے مطلق دلیل کی حاجت ہے دلیل خاص کی ضرورت نہیں جو دلیل خاص کا مطالبہ کرتا ہے وہ سخت بے ادب اور بارگاہ سے نکال دینے کے قابل ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً عدالت میں کسی شخص کا مقدمہ پیش ہو اور مدعی نے گواہ پیش کئے اور مدعا علیہ یہ کہے کہ اس میں شک نہیں کہ یہ گواہ مجروح نہیں ہیں مگر میں جب تسلیم کروں گا کہ فلاں مولانا صاحب اور فلاں جج صاحب گواہی دیں گے تو حاکم عدالت اس کو جواب دے گا کہ اثبات مدعا کے لئے مطلق گواہ کی ضرورت ہے خاص گواہ کی ضرورت نہیں جب عدالت نے ان کو گواہ تسلیم کرلیا ہے تو تم کو خاص گواہ کے مطالبہ کرنے کا حق نہیں اس پر بھی اگر چوں و چرا کرے گا تو سخت بے ادب سمجھا جاوے گا اور کان پکڑ کر نکال دیا جاوے گا۔

ہر مسئلہ کو قرآن سے ثابت کرنا مناسب نہیں ہے

بہرحال یہ راہ نکالنا سخت ضرر رساں ہے۔ ایک دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو داڑھی رکھنے کے لئے کہا اس نے یہی کہا کہ قرآن میں داڑھی رکھنے کی نسبت حکم نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے قصہ میں ہے لا تاخذ بلحیتی (۲) اگر حضرت ہارون کے داڑھی نہ ہوتی تو کیوں فرماتے وہ سنکر چپ ہوگیا میں نے کہا کہ جناب اس سے تو داڑھی کا وجود ثابت ہوا وجوب تو نہ نکلا حالانکہ مقصود وجوب کو ثابت کرنا ہے ایسی لچر بات کسی کے مقابلہ میں پیش کرنا مناسب نہیں غرض یہ وتیرہ اختیار کرنا کہ ہر مسئلہ کو قرآن

(۱) قرآن، حدیث، اجماع، قیاس (۲) سورۃ طٰہٰ: ۹۴۔

سے ثابت کیا جاوے کسی طرح مناسب نہیں۔ میں یہ قصہ بیان کررہا تھا کہ میں نے ڈھاکہ میں کہا تھا کہ مجھے یہ توقع تو ہے نہیں کہ آپ حضرات داڑھی رکھ لینگے لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ داڑھی منڈانے یا کترانے سے مقصود کیا ہے ظاہر ہے کہ آپ لوگ اس کو تزئین سمجھتے ہیں حالانکہ وہ تہجین (۱) ہے مگر میں نے مانا کہ تزئین ہوتی ہے لیکن حلال سمجھنے کو تزئین میں کوئی دخل نہیں کیا خوبصورتی اس پر موقوف ہے کہ اس کو حلال بھی سمجھا جاوے خوبصورتی مزعوم (۲) تو حرام سمجھنے کی حالت میں بھی حاصل ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ حلال سمجھنے والے کا دین زیادہ برباد ہوا اور حرام سمجھ کر منڈانے والے کا کم۔ الحاصل یہ دوسرے طبقہ والے طبقۂ اولیٰ سے بہتر ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ ان کو اپنے کیۓ پر ندامت ہوتی ہے اور حق کو سنکر مفتار ہوتے ہیں دو چار آنسو بھی بہا لیتے ہیں لیکن ان کی معراج بس یہاں ہی تک ہے مجلس واعظ ہی تک یہ ندامت مقصود رہتی ہے یہ کبھی نہ ہوگا کہ آئندہ کو ان معاصی کے ترک کا قصد کرلیں اور اعمال صالحہ کے اختیار کرنے کا پختہ ارادہ کرلیں اور باوجود اعتقاد صحیح ہونے اور کسی وقت ندامت ہونے کے جو اُن کو ترک معاصی کی ہمت نہیں ہوتی وجہ اس کی یہ ہے کہ معاصی میں وہ اپنے نزدیک لطف اور مزہ اور اس کے ترک میں کلفت اور مشقت کا خیال کیۓ ہوئے ہیں حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے جس قدر گناہ ہیں، ان کے نہ کرنے میں اس قدر تکلیف نہیں جس قدر کہ ان کے کرنے میں ہے، نہ کرنے سے تو تھوڑے دنوں کی کلفت ہے اور اس کے بعد حلاوت (۳) ہی حلاوت ہے اور کرنے سے فوراً تو کوئی حظ ہوتا ہے (۴) اس کے بعد روح کو سخت پریشانی ہوتی ہے چنانچہ جس نے اول بار کوئی گناہ کیا ہو اور اس سے پہلے اس گناہ کا وہ شخص مرتکب نہ ہوا ہو وہ اس کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ پہلے میرے اندر کیا تھا اور

(۱) چہرے کو عیب دار بناتا ہے (۲) فرضی خوبصورتی (۳) مٹھاس ہی مٹھاس (۴) وقتی طور پر تو مزہ آتا ہے۔

اب کیا ہوگیا واللہ وہ اپنے اندر سخت کدورت محسوس کرے گا اور اپنے کو سخت لعنت ملامت کرے گا اور اپنی موت کو زندگی پر ترجیح دے گا باقی ہم لوگوں کو تو اس لئے احساس نہیں رہا کہ گناہ کرتے کرتے قلب کا احساس باطل ہوگیا ہے اس لئے گناہ کے اندر جو کلفت اور کدورت ہے (۱) وہ محسوس نہیں ہوتی جس نے آنکھ کھول کر کبھی راحت حقیقی نہ دیکھی ہو اس کو تکلیف کا احساس نہ ہوگا۔

کدورت گناہ معلوم کرنے کا طریقہ

لیکن اگر آپ اس کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک طریقہ ہے کہ جس کو میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے نفس سے چالیس روز مستعار (۲) لے لو اور ان دنوں میں اس سے صلح کرلو اور اس کو کہو کہ صرف ان چالیس روز کے لئے تو معاصی (۳) کو چھوڑ دے اور اطاعت اختیار کرے اس کے بعد پھر تجھ کو آزادی ہے اور یہ چالیس روز اس طرح گذار دو کہ کسی قسم کی معصیت (۴) اس میں سرزد نہ ہو فضول کلام، غیبت، فضول میل جول، بدنگاہی غرض تمام گناہوں کی چالیس دن کے لئے تعطیل کردو (۵) لیکن بد اعتقادی کے ساتھ نہیں میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اعتقاداً ایسا کرو یعنی یہ اعتقاد کہ اس سے نورانیت ہوگی بلکہ ذہن دونوں امر سے (۶) خالی کرلو جب یہ چالیس دن اس حالت سے گذر جاویں اس کے بعد اندازہ کرلو کہ ہمارے قلب کی پہلے کیا کیفیت تھی اور اب کیا کیفیت ہے واللہ قلب میں (۷) اس وقت ایک ایسی حلاوت اور لطف پاؤ گے جو اس چالیس روز سے پہلے نہ تھی اور یہ معلوم ہوگا کہ ہم تو جہنم میں تھے اب جنت میں ہیں اس وقت معلوم ہوگا

(۱) پریشانی و بدمزگی (۲) ادھار لے لو (۳) گناہوں کو چھوڑ دے (۴) گناہ (۵) چھٹی کردو (۶) دونوں باتوں سے (۷) دل میں۔

کہ گناہ میں کیا کلفت ہے[1] اور طاعت میں کیسی حلاوت[2] ہے غرض گناہ کے چھوڑنے میں تھوڑے دنوں کی کشاکشی ہے[3] اس کے بعد راحت دائمی ہے۔ ''چند روزے جہد کن باقی بخند''[4] اور آپ خود مشاہدہ کرلیجئے جن حضرات نے طاعت کو اختیار کرلیا ہے اور دنیا کو چھوڑ دیا ہے وہ کس راحت اور اطمینان کے اندر ہیں واللہ ان حضرات کی طمانیت اور راحت وہ ہے کہ جو ہفت اقلیم (۵) کے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہے کوئی یہ نہ کہے کہ ہم کو یہ درجہ کہاں نصیب ہوسکتا ہے صاحبو! ممتنع اور محال (۶) نہیں ہے اعمال صالحہ اختیار کرو اور معاصی (۷) کو ترک کردو تم کو بھی ایسی ہی راحت میسر ہوجاوے گی الحاصل کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ اس کے نہ کرنے میں کلفت ہو لیکن میں آپ کے زعم (۸) کے موافق گفتگو کرتا ہوں کہ جن گناہوں کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے ان کے چھوڑنے میں آپ کو کیا عذر ہے مثلاً رشوت کے بارے میں تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر چھوڑ دیں گے تو گھی نہ ملے گا مگر داڑھی رکھنے سے کونسی مصلحت برباد ہوتی ہے ابتدائے عمر میں تو اس لئے منڈانا شروع کی تھی کہ خوبصورت معلوم ہونگے لیکن اب بڈھے ہوکر منڈانے میں کیا مصلحت ہے اسی طرح اور بہت سے گناہ ہیں کہ اگر ان کو چھوڑ دیں تو دنیا کا کچھ بھی نقصان نہیں ہے خدا کے لئے ایسے ہی گناہ چھوڑ دو غرض یہ طبقہ فضائل دینیہ کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے گو اعتقاد صحیح ہے۔

تیسرا طبقہ

تیسرا طبقہ وہ ہے کہ ان کو فضائل دینیہ کے حاصل کرنے کی رغبت اور توجہ ہے

(۱) پریشانی (۲) مٹھاس (۳) کھینچا تانی (۴) چند دن اور مشقت اٹھالو پھر خوشی ہی خوشی ہے (۵) ساتوں براعظم کے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں (۶) اس کا حاصل کرنا ناممکن نہیں ہے (۷) گناہ (۸) گمان کے مطابق۔

اور دنیا کو اعتقاداً اور حالاً فانی (۱) سمجھتے ہیں مگر ان میں یہ کمی ہے کہ فضائل کے حاصل کرنے کا جو طریقہ ہے اُس پر نہیں چلتے، چاہتے ہیں کہ ہم کو کرنا تو کچھ نہ پڑے اور فضائل حاصل ہوجاویں اور جو طریقہ اپنے نزدیک انہوں نے فضائل کی تحصیل کا تجویز کیا ہے وہ طریقہ نہیں ہے۔ اور وہ طریقۂ مجوزہ ان کا یہ ہے کہ مثلاً کوئی کتاب دیکھی اور کوئی مضمون عبرتناک نظر آیا کہنے لگے کہ آہ اور جو کچھ رودیئے بس جنید ہوگئے ختم شد آگے صفر ہے جب اپنے دنیوی کاروبار میں مشغول ہوئے پھر ویسے ہی ہوگئے بہرحال یہ طبقہ طبقہ ثانیہ سے بہتر ہے اس لئے کہ ان کو توجہ تو ہے لیکن کمی ان میں بھی ہے اور بہت بڑی کمی ہے۔

چوتھا طبقہ

چوتھا طبقہ وہ ہے کہ ان سے آگے بڑھتے ہیں ان کو فضائل دینیہ کی طرف رغبت ہی نہیں بلکہ تمنا کا درجہ ہے لیکن تحصیل کی تمنا نہیں بلکہ حصول کی ہے (۲) چاہتے ہیں کہ آپ سے آپ حاصل ہوجاویں کیوں صاحبو! کونسی شئے ہے (۳) جو خودبخود حاصل ہوتی ہے اور اپنے نزدیک انہوں نے بھی ایک طریقہ تجویز کیا وہ یہ ہے کہ جب کسی بزرگ سے ملے تو اُن سے عرض کیا کہ حضرت گناہوں کی طرف بہت میلان ہے کچھ توجہ فرمایئے بس اپنے نزدیک اپنی سعی ختم کرچکے (۴) اور یقین کامل ہوگیا کہ حضرت کی توجہ سے سب گناہ خودبخود چھوٹ جاویں گے۔ سبحان اللہ اچھا طریقہ تجویز کیا ہے جن حضرت سے توجہ کے خواہاں ہیں اُن سے تو پوچھیئے کہ ان کے اندر سے معاصی کا میلان کس طریقہ سے دفع ہوا ہے اور کیا کیا ان کو کرنا پڑا۔

(۱) دنیا کے ختم ہوجانے کا یقین بھی ہے (۲) حاصل کرنے کی نہیں بلکہ حاصل ہونے کی خواہش ہے (۳) چیز (۴) پس اپنی کوشش کرچکے۔

فضائل دینیہ کے حصول کا طریقہ

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آئے عرض کیا کہ حضرت بارہ تسبیح (۱) بتلا دیجیے حضرت خفا ہوکر فرمانے لگے کہ واہ ساری عمر میں ایک یہی شئے تو حاصل ہوئی یہی تجھے بتلا دوں میاں جس طرح ہم کو ناک رگڑ کر ملی ہے اسی طرح تم ناک رگڑو جی چاہے گا بتلا دیں گے تم چاہتے ہو کہ مفت سفت میں دولت حاصل ہوجائے۔ دیکھو اگر کسی تاجر کے پاس جاؤ اور یہ کہو کہ کوئی ایسا طریقہ بتلا دو کہ دس روپیہ روز آجایا کریں دیکھو وہ کیا جواب دے گا وہ یہ کہے گا کہ میاں تم احمق ہو کام کرو ہمارے پاس، اصول تجارت سیکھو، ہماری خدمت کرو اور خدا پر نظر رکھو اس کے بعد تجارت کرو دیکھو اللہ تعالیٰ برکت کرنے والے ہیں بتدریج ہماری طرح مالدار ہوجاؤ گے تو صاحبو! یہی حال فضائل دینیہ کا ہے اس کے لئے بھی طریقہ ہے کام کرو اور اس کے ساتھ دُعا بھی بزرگوں سے کراؤ باقی نری دعا پر رہنا تو ہوس خام ہے (۲) نری دُعا پر رہنے والے کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی بزرگ سے یہ کہے کہ حضرت ایسی دُعا کرو کہ میرے بچہ پیدا ہوجاوے ان بزرگ نے پوچھا کہ بھائی نکاح بھی کیا ہے کہا کہ حضرت جی نکاح کا تو ارادہ نہیں ہے اب اگر ان بزرگ نے دُعا کا وعدہ کرلیا تو یہ ان کی بزرگی ہے ورنہ قاعدہ کے موافق تو جواب اس کا ظاہر ہے کہ میاں نکاح کرو اس کے بعد دُعا کراؤ پس جس طرح بغیر نکاح کے لڑکا پیدا ہونے کی دُعا کرانا ہے اسی طرح بغیر کام کیے میلان الی المعاصی کے چھوٹنے (۳) اور فضائل کے حصول کی دُعا کرانا ہے اور اگر

---

(۱) دو تسبیح لا الٰہ الا اللہ پڑھے چار تسبیح الا اللہ پڑھے اور چھ تسبیح اللہ اللہ کی پڑھے اور ایک تسبیح اللہ اللہ کی پڑھے یہ کل تیرہ تسبیح ہوتی ہیں جن کو دوازدہ تسبیح یعنی بارہ تسبیح کہتے ہیں (۲) صرف دعاء کے ذریعہ فضیلت کے حصول کی تمنا ایک بیکار خواہش ہے (۳) گناہوں کی طرف طبیعت کے مائل نہ ہونے۔

خرق عادت کے طور پر کسی مرد کے پیٹ میں بچہ رہ بھی گیا تو جننے کے وقت مصیبت پڑے گی وہ نکلے گا کدھر سے، بلا طریقہ پر چلے، خرق عادت کے طور پر کسی بزرگ کی توجہ سے اگر کسی کو کچھ حاصل ہوا بھی ہے تو اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے مرد کے پیٹ میں بچہ رہ جانا جن کو اس طرح کچھ ملا ہے ان کا انجام ہلاکت ہوا ہے۔

بذریعہ توجہ حصول کمال کا انجام

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ اُن کے یہاں ایک مرتبہ کچھ مہمان آئے اور گھر میں حضرت کے کچھ نہ تھا پڑوس میں ایک باورچی رہتا تھا اس کو خبر ہوئی اس نے بہت عمدہ کھانا کافی مقدار میں تیار کر کے حضرت کے مہمانوں کو کھلا دیا حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ کچھ ہم سے مانگو اس نے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ میں مانگوں گا وہ آپ دیں گے فرمایا کہ ہاں اگر امکان میں ہوا تو دوں گا اُس نے عرض کیا کہ آپ تو آپ، آپ کے غلام دے سکتے ہیں عرض کیا کہ مجھے اپنے جیسا بنا لیجئے حضرت سن کر خاموش ہوگئے اور دل میں بہت پیچ وتاب کھایا اس لئے کہ اس نے درخواست ایسی شئے کی کی کہ جس کا یہ اہل نہیں اسی واسطے مولانا فرماتے ہیں ۔

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ　　برنتابد کوہ را یک برگ کاہ(۱)

اور فرماتے ہیں:

چارپا را قدرِ طاقت بار نہ　　برضعیفان قدر ہمت کار نہ
طفل را گرنان دہی برجائے شیر　　طفل مسکین را ازان نان مردہ گیر(۲)

(۱) آرزو کرو لیکن اپنی بساط کا اندازہ کر کے کرو گھاس کا ایک تنکہ پہاڑ کو اٹھا نہیں سکتا (۲) چوپائے پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو کمزوروں سے ان کی ہمت سے زائد کام نہ لو۔ بچہ کو بجائے دودھ کے روٹی کھلاؤ گے تو مر جائے گا۔

اگر کوئی شیر خوار بچہ کو بجائے دودھ کے روٹی دیدے تا کہ جلدی جلدی بڑھے تو وہ بجائے بڑھنے کے جلدی ختم ہوجائے گا ایسے ہی اگر کسی کی توجہ سے دفعۃً کوئی شئے حاصل ہوجائے اور ظاہر ہے کہ پہلے سے اس کی استعداد اور قابلیت نہ تھی تو انجام اس توجہ کا ہلاکت ہوگا ایسی توجہ کو خونی توجہ کہتے ہیں۔

بذریعہ توجہ کیفیات کا حصول

مولانا مولوی محمد منیر صاحب مرحوم نانوتوی بڑے ظریف تھے فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانوتہ تشریف لائے دوچار خادم بھی ہمراہ تھے اور ان پر کیفیات طاری ہورہی تھیں مولانا محمد منیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو یہ کیفیتیں کبھی نصیب نہ ہوئیں حضرت نے فرمایا کہ چاہتے ہوتو آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت اس طرح تو منظور نہیں مولوی صاحب نے بڑی فہم اور دانائی کی بات کہی اس لئے کہ اس توجہ سے دوصورتوں میں سے ایک صورت ہوتی یا تو کچھ اثر نہ ہوتا تب تو فضول وقت ضائع ہوتا اور اگر کچھ اثر ہوتا تو وہ پائدار نہ ہوتا اُس کے زوال کے بعد پھر حسرت اور افسوس اور زیادہ ہوتا یا اگر قوی توجہ ہوتی تو اندیشہ جسمانی ضرر کا بھی تھا اگر کوئی کہے کہ اگر توجہ سے مرجائیں گے تو کچھ پروا نہیں ایسی تو موت بھی اچھی، بات یہ ہے کہ مرنا بھی وہی اچھا ہے جو طریقہ کے ساتھ ہو اپنے ہاتھوں جان دینے سے کیا فائدہ اور یہ کوئی کمال نہیں مقصود تو زندہ رہ کر اعمال صالحہ اور طاعت کرنا ہے۔ بہر حال اگر کوئی شخص ایسی توجہ دے بھی تو ہرگز نہ لو الحاصل حضرت خواجہ صاحب چونکہ وعدہ کر چکے تھے اس لئے اس کے ایفاء پر مجبور ہوئے اور اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ اُس کی صورت شکل تک آپ جیسی ہوگئی مگر تھوڑی ہی دیر میں جان بحق ہوا(۱)

(۱) تھوڑی دیر بعد مرگیا۔

غرض اس طبقہ کی غایۃ سعی فضائل دینیہ کے لئے یہ ہوئی کہ کسی بزرگ سے دعا کرالی توجہ کے طالب ہوگئے باقی اس کے لئے خود کچھ عمل نہیں کرتے۔

پانچواں طبقہ

پانچواں طبقہ وہ ہے کہ اُن کی نظر اور آگے پہنچی کہ انہوں نے نری توجہ ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ عمل بھی کیا لیکن عمل بھی وہ جو اس کے لئے موضوع (۱) نہیں ہے ان کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کو بھوک لگ رہی ہو اس کو کسی نے کہا کہ بھائی کھانا تیار کرو اور کھاؤ انہوں نے یہ کیا کہ آٹا گوندھ کر اس کے دائرے اور مثلث اور مربع بنانے لگے ظاہر ہے کہ عاقل اس کو یہ کہے گا کہ میاں اس حرکت سے پیٹ نہ بھریگا پیٹ بھرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کہیں سے توا لاؤ آگ لاؤ ایندھن جمع کرو اور روٹی بنا کر توے پر ڈالو پھر اس کو سینکو پھر کھاؤ حضرت ہر شئے کا ایک طریقہ ہے کہ بدوں اُس کے وہ شئے عادۃً حاصل نہیں ہوا کرتی مولانا فرماتے ہیں ؎

اطلبوا الارزاق من اسبابھا وادخلوا الابیات من ابوابھا (۲)

اس طبقہ نے کیا کیا کہ کسی بزرگ سے ملے اُن سے عرض کیا کہ حضرت گناہوں کی طرف بہت میلان ہے کوئی وظیفہ بتا دیجئے وہ بزرگ بھی نرے بزرگ ہی تھے انہوں نے ایک وظیفہ بتا دیا اور یہ بھی ساتھ میں کہہ دیا کہ جی لگا کر پڑھا کیجیو یہ قید ایسی لگائی کہ اس بیچارے کو اور مقید کر دیا اگر یہ نہ کہتے تو شاید کچھ جی اس کا لگ بھی جاتا مگر اب تو ضرور جی ہٹے گا۔

ناواقف پیروں کا حال

جیسے کیمیا گر کے پاس کوئی گیا اور کہا کہ میاں ہم نے سنا ہے تم کو کیمیا آتی

(۱) مگر ایسا عمل جو اس کام کے لئے مقرر نہیں ہے (۲) رزق اس کے طریقے سے حاصل کرو اور گھروں میں دروازوں سے داخل ہو۔

ہے اس نے کہا کہ ہاں آتی ہے اس نے کہا کہ بھائی ہم کو بھی بتادو کہا کہ اچھا فلاں بوٹی جو فلاں جنگل میں ہے لے آؤ مگر توڑتے وقت بندر کا خیال نہ آنے پاوے اب وہ بچارا جب جنگل جاتا ہے بندر کا خیال موجود سخت حیران ہوا اگر وہ بندر کا ذکر نہ کرتا تو کبھی اس کو خیال نہ آتا لیکن یہاں نفی میں اثبات ہوگیا اب جاکران بزرگ سے عرض کیا کہ حضرت اُس وظیفہ میں تو جی نہیں لگتا انہوں نے جی لگنے کے لئے ایک اور وظیفہ بتادیا وہکذا(۱) اب یہ شخص مجموعۂ وظائف ہوگیا لیکن مقصود اب بھی حاصل نہ ہوا اس لئے کہ جو طریقہ مقصود تھا وہ بیچارے کو کسی نے نہ بتایا اب اس کی حالت یہ ہوئی کہ مایوس ہوگیا اور سمجھ گیا کہ میرا مقصود مجھ کو حاصل نہ ہوگا حالانکہ وہ درگاہ ایسی ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو وہ مایوس نہیں ہوسکتا۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست بر کریما کارہا دشوار نیست(۲)

جس نے کبھی تمام عمر میں اللہ کا نام نہ لیا ہو اور برسوں سے معاصی میں مبتلا ہو وہ بھی اگر توجہ کرے تو اس کے لئے بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اس کی تو یہ شان ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو دارو گیر وحاجب ودربان دریں درگاہ نیست (۳)

فرماتے ہیں:

باز آ باز آ از آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ درگہِ ما نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ(۴)

(۱) اسی طرح ہر کام کے لئے نیا وظیفہ بتاتے رہے(۲) تو یہ نہ کہہ کہ میرا کام اس بادشاہ سے نہیں ہوسکتا کیونکہ کریموں پر کوئی کام مشکل نہیں ہوتا (۳) جس کا دل چاہے ہمارے دربار میں آئے جس کا دل چاہے جائے ہمارے دروازے پر کوئی روک ٹوک کرنے والا موجود نہیں ہے(۴) گناہوں سے باز آجا تو نے جیسے بھی گناہ کئے ہوں باز آ۔ اگرچہ کفر وبت پرستی میں مبتلا رہا ہو پھر بھی باز آجا۔ اس دربار میں مایوسی نہیں ہے سو مرتبہ بھی اگر توبہ توڑ چکا ہے پھر بھی باز آجا تیری توبہ قبول کرلی جائے گی۔

لیکن ان حضرت شیخ کی بدولت آج یہ نتیجہ ہوا کہ ایک طالب مایوس ہوکر بیٹھا رہا اور اس نے بطالت اور تعطل (۱) اختیار کرلیا میں نے ایسے بہت دیکھے ہیں کہ جو ایسے ناواقف شیوخ کے ہاتھ میں جا پھنسے ہیں اور حیران و سرگردان ہوکر بیٹھ رہے اور ان کی مقصد برآری نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے نہ مرض کو سمجھا نہ دوا کو اور نہ ان کو اسکی تمیز۔

شیخ کامل کا طریقہ علاج

ان مریضوں اور اطباء کا ایسا ہی قصہ ہے جیسے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کنیز کا قصہ لکھا ہے کہ وہ مرض عشق میں مبتلا تھی اور بہت سے اطباء اُس کا علاج کررہے تھے اس کو کچھ افاقہ نہ ہوتا تھا اس کے بعد ایک طبیب الٰہی آیا اور اس نے اُس کو دیکھ کر کہا

رنجش از صفراء واز سوداء نبود — بوئے ہر ہیزم پدید آید زدود
بے خبر بودند از حال دروں — استعیذ اللّٰہ مما یفترون
گفت ہر داروکہ ایشاں کردہ اند — آن عمارت نیست ویراں کردہ اند (۲)

اس طبیب الٰہی نے جو اس کا علاج کیا وہ ایک معمولی تھا کہ اسکے محبوب کو کسی ترکیب سے گھلا دیا (۳) عشق اس کا ختم ہوگیا اسی طرح محقق جو علاج کرتا ہے وہ بہت معمولی ہوتا ہے بہت لمبا چوڑا نسخہ نہیں لکھتا مثلاً وساوس کا خلجان (۴) ہوا

(۱) وہ کام چھوڑ کر بیٹھا رہا (۲) اس کو نہ صفراء کا مرض ہے نا ہی سوداء کا اس کے علاج کے لئے جو دواء انہوں نے دی اس سے مرض بڑھتا گیا۔ یہ اطباء جاہل اس مریضہ کی اندرونی کیفیت سے ناواقف ہیں اس کے بارے میں جو باتیں یہ کہتے ہیں میں ان سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اس کے لئے جو بھی دواء انہوں نے تجویز کی اس نے اس کو مزید کمزور و بیمار کیا (۳) جس کے عشق میں وہ مبتلا تھی اس کو دستوں وغیرہ کی دواء دیکر کمزور کردیا جس سے اس کی خوبصورتی ختم ہوگئی اور اس کا عشق جو اس خوبصورتی کی بناء پر تھا وہ ختم ہوگیا (۴) بہت وسوسے آنے لگے۔

غیر محقق تو کوئی وظیفہ بتلا دیگا اور اس سے یہ مرض اور بڑھے گا محقق صرف یہ کہے گا کہ وساوس کا آنا مضر نہیں ہے۔اس لئے کچھ خیال نہ کرو اگر آتے ہیں تو آنے دو دیکھئے دو کلموں میں علاج ہوگیا اس لئے کہ یہ شخص علت سمجھ گیا وہ یہ ہے کہ یہ اپنے نزدیک وساوس اور خطرات کو منافی اس طریق کے سمجھ رہا ہے اس لئے اس کے غم میں گھلا جاتا ہے اس نے اس کی بیخ ہی(۱) کو قطع کر دیا کہ کچھ پروا نہیں یہ کسی حال میں مرض نہیں فوراً سکون ہوجائے گا اور خطرات قطع ہوجائیں گے۔حقیقت میں محقق کا وجود حق تعالیٰ کی بڑی بھاری نعمت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(۲) محقق حجۃ اللہ علی الارض(۳) ہوتا ہے وہ قرنوں(۴) میں پیدا ہوتا ہے اسی طرح میلان الی المعاصی(۵) کے مرض کو سمجھو غیر محقق تو اس کے لئے کوئی وظیفہ یا ذکر بتائے گا اور محقق کہے گا کہ اس کا یہ طریق نہیں ہے اس کا طریق یہ ہے کہ عمل میں سعی کرو اس کی برکت سے ملکات رذیلہ خود(۶) بخود زائل ہوجائیں گے اس کا قصد ہی نہ کرو کہ میلان الی المعاصی دفع ہوجائے(۷) اس کے قصد کرنے سے مشقت بڑھتی ہے ہاں جو عمل تمہارے اختیار میں ہے وہ کرو یعنی اعمال صالحہ، اُن کی شرائط کے ساتھ کرو اسی طرح مثلاً کسی نے شکایت کی کہ نماز میں مزہ نہیں آتا تو غیر محقق تو اُس کے لئے کوئی وظیفہ بتائیگا اور محقق کہے گا کہ نماز مزہ کے لئے موضوع نہیں ہے(۸) اس کی غرض اصلی رضائے حق ہے اور ثمرہ(۹) اس کا وہاں ملے گا اس پر اگر وہ سائل کہے کہ بیشک مزہ

(۱) اس کی جڑ ہی اکھاڑ پھینکی (۲) آپ کہہ دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نا جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں (سورہ زمر:۹) (۳) محقق وجود الٰہی کی زمین میں دلیل ہوتا ہے (۴) صدیوں میں پیدا ہوتا ہے (۵) گناہوں کی طرف مائل ہونے کے مرض کو سمجھو (۶) عملی کوشش کرو اس کے سبب برے اخلاق خود بخود ختم ہوجائیں گے (۷) اس کا اردہ ہی نہ کرنا کہ گناہوں کی طرف میلان ہی نہ ہو (۸) نماز مزہ کے لئے پڑھی ہی نہیں جاتی (۹) پھل۔

مقصود نہیں ہے لیکن مزہ سے نفس کو سہولت ہو جائیگی محقق جواب دے گا کہ سہولت ہو یا مشقت ہو تم پڑھے جاؤ، دنیا دار المحنت ہے دار الراحۃ نہیں ہے[1] دیکھو اگر تمہاری ساری عمر مصیبت میں گذر جائے تو آخر اُس کو جھیلتے ہی ہو نماز کی تکلیف بھی برداشت کرو اور دیکھو اگر ڈاکٹر یہ کہدے کہ فلاں شے نہ کھانا ورنہ اندھے ہو جاؤ گے، تم تمام عمر اس شے کو چھوڑ دو گے افسوس ہے کہ ایک سول سرجن کے کہنے سے تم نے ساری عمر ایک لذیذ شئے کو چھوڑ دیا اور پرہیز کی مصیبت برداشت کرلی اور محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ عالم علم اولین وآخرین[2] ہیں آپ کے فرمانے سے تم سے تھوڑی سی مشقت برداشت نہیں کی جاتی صاحبو! یہ ہیں علوم جو درس کتب میں مفقود ہیں اور انہی کی وجہ سے ضرورت ہے کسی محقق کے پاس رہنے کی۔

مبتلائے عشق مجازی کا علاج

میرے پاس ابھی ایک شخص کا خط آیا ہے وہ بیچارے ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہیں وہ مختلف لوگوں کی طرف رجوع کر چکے تھے کسی نے ان کو وظیفہ بتا دیا کسی نے کوئی عمل بتا دیا اور زیادہ مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور سخت پریشان ہو کر انہوں نے میرے پاس لکھا تو گو میں محقق نہیں ہوں لیکن الحمدللہ محققین کی زیارت کی ہے ان کے طفیل سے میری سمجھ میں آ گیا میں نے ان کو لکھا کہ تمہاری یہی ہوس بیجا ہے کہ یہ مرض زائل[3] ہو اگر نہیں زائل ہوتا نہ ہو، محبوب حقیقی کو جب یہی منظور ہے کہ تم اسی میں رہو، تو تم کون ہوتے ہو کہ اس کو زائل کرو، ہاں جو عمل تمہارے اختیار میں ہے وہ کرو یعنی معصیت مت کرو عفت[4] اختیار کرو اپنے قصد سے

(۱) دنیا مشقت کا گھر ہے آرام کا گھر نہیں (۲) جن کے پاس اگلوں پچھلوں سب کا علم ہے (۳) تمہاری یہ خواہش ہی فضول ہے کہ یہ مرض جاتا رہے (۴) گناہ میں مبتلا نہ ہو پاکدامنی اختیار کرو۔

اس سے بات مت کرو اس کو مت دیکھو اس کی باتیں کسی دوسرے سے نہ سنو اور اس کا خیال اور ارادہ بھی مت کرو یہ خیال دل سے نکلے دیکھو اگر خدا تعالیٰ تمہاری آنکھیں پھوڑ دے تو آخر اندھے ہی رہو گے بس اس کو بھی ایسا ہی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو بہت سے مصالح اور حکم کی وجہ سے تم کو اسی مرض میں رکھنا منظور ہے۔

چونکہ برمیخت بہ بندد بستہ باش چوں کشاید چابک وبرجستہ باش(۱)

دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بیہودہ بہ از خفتگی (۲)

جان صدیقاں ازیں حسرت بریخت کا سماں بر فرق ایشاں خاک بیخت

اور اگر اسی مرض میں تم مرجاؤ گے تو شہید مرو گے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے من عشق فعف و کتم فمات فھو شھید یعنی جو شخص عاشق ہو پس عفت اختیار کرے اور عشق کو چھپاوے اور مرجاوے تو وہ شہید ہے۔ اگر چہ محدثین نے اس حدیث میں کلام کیا ہے لیکن الدراء الکافی میں اس کو ثابت لکھا ہے اور اگر یہ حدیث ثابت بھی نہ ہو تو قواعد شرعیہ کلیہ سے ثبوت اسکا ہوسکتا ہے اسی لئے کہ سیف حدید سے سیف عشق اشد ہے(۳) اس لئے کہ سیف حدید سے تو ایک ہی مرتبہ کام تمام ہوجاتا ہے اور نشتر عشق ہر وقت قلب (۴) پر لگتا ہے پھر اخف کے تحمل سے شہادت ہوتی ہے جیسے بہت سے امراض سے شہادت وارد ہے کہ اس میں تحمل ہے کلفت کا تو(۵) اشد کے تحمل سے شہادت کیوں نہ ہوگی اس کے بعد جوان صاحب

(۱) جب کھونٹے سے باندھیں خاموش کھڑے رہو اور جب کھول دیں تو اچھلو کودو (۲) دوست اپنے دوست کی خواہش کا احترام کرے یہی عمدگی ہے اس کی خواہش کا احترام نہ کرنا بے ہودگی ہے (۳) لوہے کی تلوار سے عشق کی تلوار بہت سخت ہے (۴) عشق کا چاقو ہر وقت دل پر چلتا ہے (۵) بہت امراض میں پریشانی اٹھانی پڑتی ہے جس سے شہادت کا درجہ ملتا ہے تو جس میں زیادہ پریشانی ہو اس میں شہادت کا درجہ کیوں نہ ملے گا۔

کا خط آیا تو انہوں نے لکھا کہ مجھے اب بالکل سکون ہوگیا اور ٹھنڈک پڑ گئی دیکھئے اس کے ازالہ کے علاج اور فکر سے تو سکون نہ ہوا اور اعتقاد و عدم سکون سے سکون ہوگیا۔ پس علاج یہ ہیں اور ذکر کی ضربیں(۱) لگانا علاج نہیں ہے یعنی موثر مستقل نہیں۔ ہاں معین ہیں اصل موثر طاعۃ حق ہے باقی ذکر و شغل ضرب کے ساتھ یا بلاضرب کے حبس کے ساتھ یا بلاحبس کے اور ان کے ثمرات سب معین ہیں اصل شئے ان میں طاعت ہے۔

ذکر و شغل یک قیود قربات مقصود نہیں ہیں

باقی یہ قیود ضرب حبس وغیرہ قربات مقصودہ نہیں ہیں ان کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی استاد شفیق کسی شاگرد کو مطالعہ کی تاکید کرے اور اس کا طریقہ بتلائے اور کہے کہ تکرار کیا کرو اور یہ دیکھ کر کہ دماغ میں خشکی نہ ہوجائے یہ بھی کہہ دیا کہ گاجریں اُبال کر کھالیا کرو اس شاگرد نے یہ کہا کہ مطالعہ وغیرہ تو چھوڑ دیا بس گاجریں ہی کھانا شروع کردیں حالانکہ وہ مقصود نہ تھیں بلکہ معین مقصود تھیں اسی طرح ضرب اور حبس قربات مقصودہ نہیں، مگر بعض عوارض اور موانع ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کو کیا جاتا ہے ان کو ثواب نہ سمجھنا چاہیے اور دوسری مثال لیجئے کہ جیسے کوئی شیخ اپنے مرید کو قوت اور شب کو بیدار رہنے کے واسطے یہ بتائے کہ سنکھیا کے تیل کی ایک سینک(۲) پان میں کھالیا کرو تو اُن بزرگ نے حرارت غریزیہ کے مشتعل کرنے اور ہمت بڑھانے کے لئے بتلایا ہے اگر وہ مرید نری سینکیں ہی کھایا کرے

---

(۱) ذکر کرتے وقت گردن کو دائیں گھما کر دل پر ضرب لگانا یا دوران ذکر سانس روکنا وغیرہ مقصود نہیں۔ ہاں مقصود کے لئے معین و مددگار ہیں (۲) قوت میں اضافہ کی غرض سے یہ کہہ دیا کہ سنکھیا جو کہ ایک زہر ہے اس کے تیل کی صرف تیلی ڈبو کر اپنے پان میں لگا کر کھالیا کرو اس سے قوت آجائے گی اور عبادت کرنے میں سہولت ہوجائے گی۔

اور اسی کو مقصود سمجھ لے اور کام کچھ نہ کرے تو یہ اسکی حماقت ہے[1] بس یہی درجہ ہے ضرب اور حبس کا کہ شیخ کامل اگر کسی کے لئے تجویز کرے تو یہ نافع اور معین[2] ہے بہرحال اصل شئے طاعت ہے اور یہ اس کی تدابیر ہیں۔

ثمرات کا محل

باقی رہے ثمرات سو وہ آخرت میں موعود ہیں[3] دنیا میں بھی اگر بعضے حاصل ہوجاویں تو زائد ہیں اور نہ ہوں تو کچھ ضروری نہیں ہیں بہت سے ذاکر شکایت کیا کرتے ہیں اور بعضے عوام بھی، کہ ہم اتنے دنوں سے نماز پڑھتے ہیں یا ذکر کرتے ہیں حلاوت نہیں[4] آتی یا جی نہیں لگتا صاحبو! خدا کے ذمہ کوئی قرض نہیں خدا تعالیٰ نے کہیں وعدہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھو گے تو مزہ آویگا جزاء اُخروی کا وعدہ فرمایا ہے سو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں ملے گی منتظر رہو باقی حلاوت بھی بعضوں کو نصیب ہوجاتی ہے یہ حق تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ کسی کو دیتے ہیں کسی کو نہیں دیتے جس کے لئے جو شے مناسب ہے وہی اس کو عطا ہوتی ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی طبیب کے پاس دس مریض جائیں اور دل میں یہ ٹھان لیں کہ ہم کو خمیرہ گاؤ زبان مرواریدی ملے گا اس نے ایک کو تو خمیرہ گاؤزبان ہی بتایا اور باقیوں کو مختلف تلخ اور بدمزہ دوائیں بتائیں تو یہ مریض اُس طبیب پر یہ اعتراض کریں کہ کیوں صاحب ہم کو خمیرہ گاؤ زبان کیوں نہیں بتایا اور اس کو کیوں بتایا تو طبیب جواب دے گا کہ احمق ہوئے ہو، تمہارے امراض کے لئے یہی دوائیں مناسب ہیں جب مواد فاسدہ دور ہوجائیں گے[5] اس وقت خمیرہ کھانا اسی طرح

(۱) صرف تیل کی تیلیاں تو بھگو کر کھایا کرے اور عبادت وغیرہ کچھ نہ کرے تو یہ حماقت ہے (۲) اسی طرح اگر ذکر میں ضرب وحبس نفس تجویز کرے تو مفید ہے اور مقصود میں مددگار ہوگا (۳) ان کا وعدہ آخرت میں ہے (۴) مزہ نہیں آتا (۵) خراب مادّے جسم سے نکل جائیں گے۔

طاعت کے اندر کسی کو گھبراہٹ اور پریشانی اور دل نہ لگنا ملتا ہے تم کون ہوتے ہو کہ دلچسپی اور شوق کو اپنے لئے تجویز کرو۔

کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف است(۱)

اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ(۲) وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر ہم ان کو لذت اور شوق اور مزہ عطا کریں گے تو ان کو عجب پیدا ہوجائے گا کہ جوان کو ہلاک کر ڈالے گا ۔

آنکس کہ تونگرت نمی گرداند او مصلحت تو از تو بہتر داند(۳)

پدر عسل بسیار ست ولیکن پسر گرمی دارست (۴) پس یہ وجہ ہے کہ یہ عطایا مختلف ہیں معطی لہ کی استعداد (۵) کے موافق عطا کئے جاتے ہیں۔

ثمرۂ مشترک

ہاں ایک عطیہ مشترک ہے جو سب کو علی حسب الاستعداد عطا ہوتا ہے وہ کیا ہے، تسلی اور اطمینان، ذکر وطاعت کا یہ اثر ہے کہ کرتے کرتے ایک تسلی کا مضمون پیدا ہوجاتا ہے ۔ تسلی داد ہر کس رابر نگے (۶) اور حق تعالیٰ کی معرفت اور محبت کی وجہ سے وجداناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ معاملہ میرے ساتھ ہوتا ہے سب خیر ہے الحاصل اس طبقہ نے عمل کیا، لیکن وہ عمل نہ کیا جو فضائل کے حصول کے لئے موضوع ہے۔

چھٹا طبقہ

چھٹا طبقہ وہ ہے کہ انہوں نے عمل بھی وہی کیا جو اس کے لئے موضوع ہے

(۱) ساقی جس حال میں رکھے اس کا کرم ہے (۲) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خوب باخبر ہیں ان کو دیکھ رہے ہیں (۳) جو حالت تجھے پیش نہ آئے اس کی تمنا نہ کر وہ تیرے حال کو تجھ سے بہتر جانتے ہیں (۴) بیٹا شہد تو بہت ہے لیکن تمہیں تو پہلے ہی گرمی ہوئی ہے شہد کا استعمال تمہارے لئے نقصان دہ ہے (۶) تمہاری استعداد کے مطابق مہربانی کی جاتی ہے (۷) ہر ایک کی تسلی اس کے مطابق کی جاتی ہے۔

لیکن فضائل وہ طلب کیے جنکا عطا ہونا عادت الٰہیہ کے خلاف ہے ایسی تمنا بھی شرع کے خلاف ہے۔ ایک شخص ہم کو ملے جو قطبیت (۱) کے طالب تھے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وہ گئے وہ بھی پسند نہ آئے جب میں گنگوہ گیا حضرت نے فرمایا کہ بھائی وہ فلاں شخص آئے تھے قطبیت کے طالب تھے یہاں قطبیت کہاں تھی اس لئے چلے گئے یاد رکھو! قطبیت اور غوثیت مکتسب نہیں ہے بعض لوگ اس دھن میں ہوتے ہیں کہ ہم کو خضر علیہ السلام ملجاویں خضر علیہ السلام کا ملنا بھی کوئی امر مکتسب (۲) نہیں ہے اور اگر مل بھی گئے تو تم کو کیا ملے گا ایک شخص تھے ان کو خضر علیہ السلام ملے کہا السلام علیکم انہوں نے کہا وعلیکم السلام خضر علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے مجھ کو پہچانا بھی انہوں نے کہا نہیں فرمایا میں خضر ہوں وہ شخص بولے بہتر ہے اللہ بھلا کرے خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے کچھ دعا نہ کرائی کہا کہ بس حضرت خود ہی دعا کرلیں گے خضر نے فرمایا کہ میاں تم بھی عجیب آدمی ہو بہت لوگ تو میرے ملنے کی تمنائیں کرتے ہیں اور تم نے کچھ بھی قدر نہ کی کہا کہ بس آپ کی زیارت ہوگئی یہی کافی ہے خضر علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ نہیں مجھ سے ضرور دعا کراؤ اُن سے کہا کہ اچھا یہ دعا کردو کہ میں نبی ہوجاؤں خضر علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہنے لگے کہ پھر جو ہوسکتا ہے وہ تو خود ہی ہوگا آپ کی دعا کی کیا ضرورت ہے لیکن اس حکایت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ دعا بیکار ہے بات یہ ہے کہ حضرات اولیاء اللہ کی شان حق تعالیٰ کے دربار میں بلاتشبیہ ایسی ہوجاتی ہے جیسے کوئی کسی بادشاہ کا مزاج شناس ہوتا ہے اور اُن پر ایک حال ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس واقعہ سے ہمارا امتحان مقصود ہے اس لئے وہ لب کشائی نہیں کرتے بعض لوگ کشف وکرامت کے طالب ہوتے ہیں یہ بھی مکتسب نہیں ہیں۔

(۱) قطب بننا چاہتے تھے (۲) فعل اختیاری نہیں ہے۔

ساتواں طبقہ

ساتواں طبقہ وہ ہے کہ انہوں نے عمل بھی کیا اور فضائل میں سے انہی فضائل کے طالب ہوئے جو عادۃً مکتسب (۱) ہیں اور تمام شرائط عمل کے بجالائے اور بالکل اعتدال پر رہے لیکن ان کے اندر ایک اور باریک خرابی پیدا ہوگئی وہ یہ ہے کہ ان میں عجب (۲) پیدا ہوگیا اور اس کی وجہ سے ان کو دعویٰ ہوگیا استحقاق کا، بہرحال اس قدر غلطیاں ہیں کہ جو طالبین فضائل کو پیش آتی ہیں حق تعالیٰ نے اس آیت میں ان سب کی اصلاح فرمائی ہے پس یہ مضمون اس قدر مہتم بالشان اور ضروری ہے کہ جس کی ہر شخص کو ضرورت ہے عاملین کو بھی معطلین (۳) کو بھی۔

تمام طبقات کی اصلاح

چنانچہ تمام طبقات کی اصلاح کو اس آیت سے مفصلاً عرض کیا جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے ﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَافَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ الخ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ مت تمنا کرو ان چیزوں کی کہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے اُس شے سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے اُس شے سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کرو بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والے ہیں۔ شان نزول اس آیت کا ایک قصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ فرمایا تھا یا لیتنا کنا رجالاً یعنی کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کے فضائل مثل جہاد وغیرہ کے ہم بھی حاصل کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اس آیت سے کل

(۱) عادۃً وہ فضائل حاصل ہوسکتے ہیں (۲) بڑائی اور تکبر پیدا ہوگیا (۳) جو کام میں لگے ہوئے ہیں ان کو بھی اور جو بیکار بیٹھے ہیں ان کو بھی اس کی ضرورت ہے۔

طبقات موجودہ مذکورہ سابق کی غلطیاں رفع ہوتی ہیں۔ اول طبقہ تو وہ تھا جو فضائل کے منکر یا کالمنکر ہیں ان کی اصلاح تو اس طرح ہوئی کہ جب خود اللہ تعالیٰ ہی نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو مابہ الفضیلۃ یعنی فضائل قابل انکار نہیں ہوسکتے بلکہ قابل اہتمام ہیں اور طبقہ ثانیہ وہ تھا جو فضائل کو ضروری تو سمجھتے ہیں لیکن ان کی طرف توجہ نہیں ہے اُن کی اصلاح بھی ما فضل اللہ (۱) الخ سے ہوئی اس لئے کہ جو شے حق تعالیٰ کے نزدیک قابل فضیلت ہے وہ بہت ضروری اور اس قدر مہتم بالشان ہے کہ اس کے سوا اور سب اشیاء کی تحصیل متاخر ہونا چاہیے طبقہ ثالثہ ورابعہ وخامسہ اس امر میں مشترک ہیں کہ انہوں نے فضائل کی تحصیل کے طرق متعددہ اپنی رائے سے تجویز کئے اور اسی اختلاف وتعدد طرق کی وجہ سے اُن میں تعدد ہوا لیکن یہ امر سب میں مشترک ہے کہ جو عمل فضائل کی تحصیل کے لئے موضوع ہے وہ نہ کیا ان کی اصلاح لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا الخ سے ہوئی حاصل یہ ہوا کہ نری تمنا اور رغبت سے یا کسی بزرگ کی توجہ ودعا سے یا صرف کتاب دیکھنے سے یا وظائف پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ فضائل کے لئے اعمال شرعیہ موضوع ہیں (۲) وہ فضائل موقوف علیہ ہیں (۳) اُن کو اختیار کرنا چاہئے۔ گو کبھی خرق عادت کی طور پر بلا اکتساب (۴) بھی بعض کو بعض فضائل حاصل ہوئے ہیں لیکن عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ بغیر اکتساب کے حصول نہیں ہوتا طبقہ سادسہ وہ ہے جنہوں نے اعمال بھی کئے لیکن ایسی چیزوں کی تمنا کی جو اختیار سے باہر ہیں جیسے کشف وکرامت وقطبیت وغیرہا ولا تتمنوا الخ سے اس غلطی کی بیخ کنی ہوتی ہے اور یہ چیزیں خواہ ایسی ہوں کہ جو شرعاً ممتنع ہوں جیسے نبوت اور خواہ ممکن ہوں لیکن

(۱) جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی وہ یقیناً باعث فضیلت ہے (۲) اعمال شرعیہ مقرر کئے گئے ہیں (۳) ان فضائل کا حصول ان اعمال پر موقوف ہے (۴) کبھی خلاف عادت بغیر عمل کئے بھی یہ فضائل حاصل ہوجائیں۔

اکتساب کو اُس میں دخل نہ ہو جیسے کشف وکرامت اور قطبیت وغوثیت۔

اگر کوئی کہے کہ ایسے امور کے لئے دعا کریں بات یہ ہے کہ دعا بھی اُن ہی امور میں ہوتی ہے جن میں عمل کو دخل ہے یا اُن کو عمل میں دخل جیسے شوق وغیرہ ہاں جو فضائل دینیہ نہیں ہیں تو گو اختیار سے خارج ہوں جیسے بارش اور دفع بلا وغیرہ ایسے امور کے لئے دعا مشروع ہے لیکن غور کر کے دیکھا جاتا ہے تو ان امور میں بھی عمل کو دخل ہے چنانچہ ارشاد ہے: ﴿ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴾[۱] دیکھو استغفار کو بارش میں دخل ہے مولانا فرماتے ہیں:

ابر نا ید از پئے منع زکوۃ ورزنا افتد د با اندر جہات[۲]

بہر حال امور تکوینیہ میں دعا جائز ہے خواہ عمل کا دخل اُس میں ظاہراً نہ ہو باقی امور تشریعیہ اور فضائل دینیہ میں دعا انہی امور میں ہے کہ جن کے حصول میں عمل کو دخل ہے یا ان کو عمل میں دخل ہے بخلاف کرامت وغیرہ کے طبقہ سابعہ وہ تھا کہ جن کو عمل کے ساتھ عجب پیدا ہو گیا تھا ان کی غلطی کی اصلاح ﴿ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ الخ سے ہوئی یعنی اے عاملین عمل کر کے نازمت کرو اور اس پر اعتماد نہ کرو اس لئے کہ تمہارا عمل محض کوئی شے نہیں اصل چیز فضل ہے اس کو مانگتے رہو اور یہ عمل کا تم سے ہو جانا یہ بھی فضل ہی سے ہوا ہے چنانچہ دوسرے مقام پر بہت صاف ارشاد ہے ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ ذٰلِكَ

(۱) سورہ ھود: ۶۲ (۲) زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے بارشیں رک جاتی ہیں اور زنا کی وجہ سے ہر طرف مصیبتیں آتی ہیں۔

الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ﴾(۱) یعنی جو اطاعت کرے اللہ ورسول کی تو یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے وہ نبی اور صدیق اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں (یعنی طاعت اللہ ورسول کی توفیق) اللہ کا فضل ہے۔ پس جب یہ اعمال بھی اُسی کا فضل ہیں تو عجب اور ناز کا کیا محل ہے۔

اعمال کا درجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اعمال علت نہیں ہیں صرف شرط کا درجہ رکھتے ہیں بمعنی لولاہ لامتنع (۲) اصل کام فضل ہی سے چلتا ہے باقی بہانہ ہے کہ اس کی نسبت حکم ہے مگر ایسا بہانہ ہے کہ تم بہانہ کرو ہم فضل کریں گے عمل پر وعدہ فضل ہے اور بدوں عمل کے وعدہ نہیں ہے۔

اصل فضل الٰہی ہے

غرض اصلی شے فضل ہے چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو عمل کی وجہ سے جنت میں جاوے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت فرمایا ولا انت یا رسول اللّٰہ یعنی یا رسول اللہ آپ بھی عمل سے جنت میں نہ جائیں گے اللہ اکبر ایسے سوال کی ہمت حضرت عائشہؓ ہی کو ہوسکتی تھی اور کسی کا کیا حوصلہ ہے کہ جو حضور سے ایسا سوال کرتا بڑے شکر کا مقام ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک مجمع ایسا بے تکلف تھا کہ جن کی بدولت ہم کو ایک ایسا بہت بڑا علم کا ذخیرہ پہنچا کہ وہ دوسروں کے واسطہ سے ہرگز نہ پہنچ سکتا تھا۔

ازواج مطہرات کا احسان

بعض مخالفین کثرت ازواج پر اعتراض کرتے ہیں لیکن علاوہ اور بہت

(۱) سورۃ النسآء:۶۹ (۲) اگر یہ نہیں ہوگا وہ بھی نہیں ہوگا۔

سے حکمتوں اور مصالح اور ضرورتوں کے یہ کتنی بڑی مصلحت اس وقت معلوم ہوئی کہ علم کا وہ باب جو کسی کے ذریعہ سے مفتوح نہیں ہوسکتا تھا وہ ہم کو حضرات ازواج مطہرات کے معرفت پہنچا احسان ماننا چاہیئے ان بیبیوں کا تم خود اپنے دل میں ٹٹولو کہ حضور کی شان وشوکت و ہیبت خداداد کے پیش نظر ہوتے ہوئے کہ جس کی وجہ سے صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور کے سامنے ایسے بیٹھے رہتے تھے کان علی رؤسنا الطیر یعنی گویا کہ ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے یعنی جیسے کسی کے سر پر پرندہ بیٹھ جائے اور وہ یہ چاہے کہ اُڑے نہیں تو وہ جیسے بے حس وحرکت ہوتا ہے اس طرح ہم حضور کے سامنے رہتے تھے تو کس کی ہمت تھی کہ بولے اور سوال کرے اور سوال بھی ایسا یہ بیوی کا رشتہ ہی ایسا ہے کہ اس میں بہت سے ایسے امور کھپ جاتے ہیں جو اوروں سے بے ادبی اور گستاخی شمار ہوں افک کے قصہ میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت کی آیتیں نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اُٹھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں ان کا شکریہ ادا نہ کرونگی میں تو اپنے اللہ میاں کا شکر کروں گی دیکھئے اگر کوئی اور شخص اس کلمہ کو کہے تو سخت بے ادبی اور گناہ ہے لیکن زوجیت کا ایسا عجیب علاقہ ہے کہ یہ کلمہ اس میں بیحد لطف دے رہا ہے الحاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ یعنی میں بھی عمل سے جنت میں نہ جاؤں گا مگر جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھ کو ڈھانپ لے۔ پس جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہی یہ فرمادیں تو آج کون شخص ہے جو اپنے عمل پر اعتماد کرے حالانکہ عمل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تو کوئی کیا ہوگا قریب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں بلکہ بعید اور ابعد بھی نہیں کہا جاسکتا کہاں ہمارا عمل کہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

عارف کی دو رکعت کا ثواب

کوئی یہ نہ کہے کہ میں تو تمام رات جاگتا ہوں اور حضور ﷺ سوتے بھی تھے اور جاگتے بھی تھے اس لئے کہ حضور ﷺ کی دو نفلیں ہم سب کی تمام عمر کی عبادت سے کہیں زیادہ ہیں ہمارے اندر وہ اخلاص وہ محبت کہاں اور حضور ﷺ کا تو بڑا رتبہ ہے ہمارے حضرت پیر مرشد فرماتے تھے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے افضل ہے اور اسی واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک مد(۱) اوروں کی احد پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے پس اس تفاوت کے ہوتے ہوئے آج اگر کوئی عمل پر مدعی استحقاق ہو بڑا نادان ہے۔

عمل کی ضرورت واہمیت

اگر کوئی کہے کہ جب فضل ہی پر مدار ہے تو ہم کو عمل کی کیوں تکلیف دی بات یہ ہے کہ دیں گے تو فضل ہی سے لیکن عمل توجہ فضل کی شرط ہے موثر مستقل نہیں لیکن یہ بھی یاد رہے کہ فضل و رحمت عمل خالص سے متوجہ ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾(۲) یعنی بیشک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے اور احسان سے مراد عمل خالص ہے اس لئے کہ احسان کی تفسیر حدیث میں یہ آئی ہے (ان تعبدالله كانك تراه)(۳) اور اس عمل کا موقوف علیہ طلب صادق ہے بس وہ اس کو دیکھتے ہیں کہ بندہ ہماری طرف متوجہ بھی ہوا ہے یا نہیں اگر طلب نہ ہو تو عمل نہیں ہوتا اور عمل نہ ہو تو فضل متوجہ نہیں ہوتا چنانچہ ارشاد ہے: ﴿أَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ﴾(۴) یعنی کیا ہم تم کو اپنی رحمت چپکا دیں اور تم اس سے کراہت کرنے والے ہو اس سے معلوم ہوا کہ رحمت اور فضل طلب ہی پر متوجہ ہوتا ہے پس اول طلب صادق

(۱) ایک صاع (۲) سوالاعراف: ۵۶ (۳) اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو (۴) سورۃ ھود: ۲۸۔

ہے اس کے بعد عمل ہے پھر عطا جو کچھ ہوتا ہے وہ فضل سے ہوتا ہے۔

طلب شرط ہے

دیکھو! دودھ دینے والی ماں ہی ہے لیکن وہ اس کی منتظر رہتی ہے کہ بچہ مانگے بچہ کا فعل صرف اس قدر ہے کہ وہ ماں کی طرف چلتا ہے باقی دینے والی ماں ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

تا نگرید طفل کے جو شد لبن   تا نگرید ابر کے خند دچمن(۱)

اور فرماتے ہیں ؎

آب کم جو تشنگی آور بدست   تا بجوشد آبت از بالاؤپست(۲)

حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

سایہ معشوق گر افتاد برعاشق چہ شد   مابا محتاج بودیم او بما مشتاق بود(۳)

حافظ صاحب ذرا دل چلے اور آزاد ہیں اس لئے ان کے کلام میں ذرا آزادی ہے اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی مضمون کو ادب سے فرماتے ہیں ؎

آب کم جو تشنگی آور بدست   تا بجوشد آبت از بالاؤپست
تشنگاں گر آب جویند از جہاں   آب ہم جو ید بعالم تشنگان (۴)
ہر کہ عاشق دید بس معشوق داں   کو بہ نسبت ہست ہم ایں وہم آں (۵)

(۱) بچہ جب تک روئے نہیں ماں دودھ نہیں دیتی آسمان جب تک برسے نہیں پھول نہیں کھلتے (۲) پانی وہیں آتا ہے جہاں پیاس ہو، جب جوش آئے گا پانی اوپر نیچے ہوگا (۳) معشوق کا سایہ بھی اگر عاشق پر پڑ جائے تو کیا ہوگا میں اس کا محتاج ہوں وہ میرا مشتاق (۴) پیاسے اگر پانی کی تلاش میں ہیں تو پانی بھی تو پیاسوں کی تلاش میں ہے (۵) جو عاشق کو دیکھے گا معشوق کو پہچان جائے گا کہ وہ دونوں ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں ؎

عشق معشوقاں نہاں ست دستیر عشق عاشق باووصد طبل ونفیر (۱)

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند عشق معشوقاں خوش وفربہ کند (۲)

عشق معشوقاں نہاں ست دستیر عشق عاشق باووصد طبل و نفیر

یعنی حضرت حق کی محبت مخفی ہے اس لئے کہ وہ ذات پاک انفعال (۳) سے بری ہے اور ہمارے اندر انفعال ہے اس لئے ہمارے عشق کا شور وغل ہے بہرحال حق تعالیٰ کی رحمت خود ڈھونڈتی ہے صرف تھوڑی سی طلب ہماری ہونی چاہیئے آگے وہ خود توفیق ویسے عطا فرماتے ہیں۔

ہمارے اعمال اور عطاء الٰہی کی مثال

حدیث شریف میں ہے (فاما من کان من اھل السعادۃ فسیسیر لعمل اھل السعادۃ) یعنی جو شخص اہل سعادت سے ہے اس کو اہل سعادت کے عمل سہل کردیئے جاتے ہیں پس ہمارے اعمال کی اور حق تعالیٰ کے عطا کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی کریم ہو اُس کے پاس جو سائل زنبیل (۴) لیکر جاتا ہے اس کو دیتا ہے اور جس کے پاس زنبیل نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ دینے کے لئے تو میرے پاس سب کچھ ہے لیکن میں اس لئے نہیں دیتا کہ تم زنبیل لیکر نہیں آئے اور زنبیل بھی اُس نے ہی عطا کی ہے پس ہمارے اعمال بمنزلہ زنبیل کے ہیں کہ وہ بھی ان کی ہی توفیق سے ہیں باقی دیتے ہیں محض فضل سے۔

دوسری مثال اور لیجئے جن کے گھروں میں بچے ہیں ان کو شب و روز یہ

(۱) معشوق کا عشق پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے جبکہ عاشق کے عشق کے ڈنکے بج رہے ہیں (۲) عاشقوں کا عشق جسم کو گھلاتا ہے اور معشوقوں کا عشق خوش گفتاری اور فربہی لاتا ہے (۳) متاثر ہونے سے پاک ہے (۴) ٹوکری لیکر جاتا ہے۔

قصہ پیش آتا ہے مثلاً ایک بچہ ہے جو دور کھڑا ہے اور ہم نے اس کو بلایا اور ہم کو یہ معلوم ہے کہ کتنی سعی کرے لیکن ہم تک نہیں پہنچ سکتا لیکن ہم اس کے منتظر رہتے ہیں کہ دیکھیں یہ کیا کرتا ہے وہ بچہ چلتا ہے اور گر پڑتا ہے پھر اُٹھتا ہے پھر گرتا یہاں تک ہے کہ جب وہ اپنی کوشش پوری صرف کر دیتا ہے اور پھر بھی یہ مسافت اُس سے قطع نہیں ہوسکتی تو رونے لگتا ہے پھر یہ ممکن نہیں کہ اس کو روتا دیکھ کر ہم کو صبر آوے فوراً دوڑ کر اس کو اُٹھا لیتے ہیں پس یہ مسافت واقع میں ہم نے ہی قطع کی ہے لیکن بعد اس کے گرنے اور کوشش کے بچہ اگر یہ سمجھے کہ یہ مسافت میں نے قطع کی ہے تو وہ نادان ہے اسی طرح ہمارا عمل ہے کہ وہ ہم کو خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا نہیں ہے لیکن شرط کے درجہ میں ضروری ہے باقی کام فضل ہی سے ہوتا ہے کسی شاعر نے کہا ہے ۔

خود بخود آں بت عیار ببری آید نہ بزور نہ بزاری نہ بزر می آید(۱)

اس شعر میں بت عیار کا لفظ حق تعالیٰ شانہ کی شان میں بے ادبی ہے اس لئے میں نے اس کو اس طرح بدل دیا ہے خود بخود آں شہ دلدار (۲)

عمل کا درجہ

اور نرے اشعار ہی سے یہ مضمون ثابت نہیں بلکہ حدیث قدسی میں ہے من تقرب الی شبراً تقربت الیه ذراعا ومن تقرب الی ذراعا تقربت الیه باعاومن اتانی یمشی اتیته هرولة یعنی حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور

(۱) خود بخود وہ محبوب بغل میں آجائے گا۔ زبردستی اور درخواست کرکے پیسہ کا لالچ دیکر اس کو نہیں لایا جاسکتا

(۲) خود بخود میرا شاہ دلدار۔

جو میرے پاس چل کر آتا ہے میں اُس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں پس یہ راہ عشق تقرب سے قطع نہیں ہوتا بلکہ تقربت سے ہوتا ہے اور العبد واصل (۱) مجازاً کہا جاتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ واصل الی العبد ہے اب آپ کو اس تقریر سے عمل کا درجہ معلوم ہوگیا کہ وہ نہ موثر تام ہے اور نہ مستغنی عنہ پس جب عمل کی یہ حالت ہوئی تو اُس پر عجب اور ناز نہ کرنا چاہئے بلکہ عمل کر کے فضل کی طلب ہونی چاہئے اس لئے ارشاد ہے: ﴿ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾۔

شبہ کا جواب

اب یہاں پر شبہ ہوسکتا تھا کہ ہم فضل کا سوال تو کریں لیکن معلوم نہیں کہ ہماری درخواست کی وہاں تک اطلاع بھی ہوگی اور اگر اطلاع ہوگی تو ہم کو وہی شے ملے گی بھی یا نہیں اس لئے آگے اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ (۲) یعنی اللہ تعالیٰ بیشک ہر شے سے واقف ہیں پس سائل کے سوال کی بھی اطلاع ہے اور جب خود سوال کا امر فرمایا ہے تو سوال پر دیں گے بھی ضرور۔ ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو شے تم مانگتے ہو وہ نہیں ملتی مگر اُس سے اعلیٰ درجہ کی شے دے دیتے ہیں کہ تمہارے ذہن بھی وہاں تک نہیں پہنچتا۔

قبولیتِ دعا کی حقیقت

اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی سائل نے کریم سے ایک پیسہ مانگا اُس نے ایک اشرفی نکال کر دیدی اب اگر سائل عقلمند ہے تو نہایت خوش ہوگا اور مسرت سے پھولا نہیں سماوے گا اور اگر نادان ہے تو شکایت کرے گا کہ ہم نے ایک پیسہ مانگا تھا وہ ہم کو نہ ملا اسی طرح ہماری دعاء کی کیفیت ہے کہ ہم جو کچھ مانگتے ہیں ہم کو

(۱) بندہ واصل الی اللہ نہیں ہے بلکہ اللہ بندے تک پہنچا ہے (۲) سورۃ النساء: ۳۲۔

بعض مرتبہ وہی شے اور بعض مرتبہ اُس سے بڑھ کر ملتی ہے لیکن چونکہ ہم کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی اس لئے شکوہ ہوتا ہے کہ میاں ہماری تو دعا کرتے کرتے زبان گھس گئی قبول نہیں ہوتی اور اس نادان کو یہ خبر نہیں کہ جو شے میں نے مانگی تھی مجھ کو اُس سے بہتر مل گئی بلکہ یہ شخص اپنے لئے بعض مرتبہ ایسی شے کا سوال کرتا ہے کہ اگر وہ مل جائے تو اس کے لئے مُضر ہے[۱] اس لئے وہ عطا نہیں ہوتی اُس سے بہتر کوئی شے ملتی ہے اور خصوصاً دین کے متعلق جو دعا ہے وہ تو ضرور ہی قبول ہوتی ہے غرض دنیا کے متعلق دعا ہو یا دین کے متعلق وہ قبول ضرور ہوتی ہے فرق اس قدر ہے کہ دین تو چونکہ خیر محض ہے اس لئے وہ تو بعینہ عطا ہوتا ہے اور دنیا میں جو شے مانگتا ہے تو چونکہ بندہ اپنے مصالح سے واقف نہیں ہے اس لئے بسا اوقات ایسی شے کا سوال کر دیتا ہے جو اس کے لئے کسی طرح مصلحت نہیں ہے اس لئے بعض اوقات وہ شے بعینہ نہیں ملتی بلکہ اُس کا کوئی نعم البدل ملتا ہے خواہ اس کو اس کی اطلاع ہو یا نہ ہو اور صاحبو! کوئی مانگنے والا ہو وہ تو بڑے دینے والے ہیں اور جو کچھ اب تک دیا ہے انہوں نے ہی دیا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

نیم جاں بستاند وصد جاں دہد   اُنچہ در وہمت نیاید آں دہد
خود کہ یابد ایں چنیں بازار را   کہ بیک گل میخرد انبار را[۲]

بہرحال ان اللہ کان بکل شئی علیما سے ایسے تمام شبہات کا ازالہ ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری دعاؤں کا بھی علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ کونسی شے تم کو دینا مناسب ہے آیا وہ جو تم نے مانگی ہے یا وہ جو اُس سے بہتر ہے اس لئے ان شبہات سے فضل کی درخواست میں کوتاہی نہ کرو۔

---

(۱) نقصان دہ (۲) آدھی جان لیکر سو جانیں دیدیں جو میرے تصور میں بھی نہیں تھا اللہ نے وہ دیا ہے وہ بازار کیسا ہوگا جہاں ایک پھول کے عوض انبار خریدے جاسکتے ہیں۔

مقصود بیان

الحاصل اس آیت سے بحمد للہ فضائل کے متعلق تمام طبقات کی غلطیوں کی اصلاح باحسن وجوہ ہوگئی اب اس کے بعد سمجھنا چاہیئے کہ اس آیت میں ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ﴾ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال وہ ہیں جو مردوں کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھتے ہیں اور بعض اعمال وہ ہیں جو عورتوں سے زیادہ خصوصیت رکھتے ہیں میرا اصل مقصود آج کے بیان سے ان اعمال ہی کا بیان کرنا تھا اور یہ خیال تھا کہ آیت کے ایک جزو یعنی ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا﴾ کا بیان مردوں کے مجمع میں ہوجائے گا اور دوسرے جزو یعنی ﴿ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ﴾ کا بیان عورتوں کے مجمع میں کردیا جائے گا لیکن تمہید میں تمام وقت گذر گیا اور مقصود تک نوبت نہ پہنچی مگر بحمد اللہ جس قدر بیان ہوا ہے فی نفسہ وہ بھی نہایت ضروری مضمون تھا اس لئے صرف اُسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حصولِ علم کا طریقہ

ہاں اب ضرورت اس کی ہے کہ اکتساب فضائل کا طریقہ اور دستور العمل بتلادوں پس جاننا چاہیئے کہ وہ دو جزو سے مرکب ہے اول علم دوسرے عمل لیکن علم سے مراد مڈل پاس ہونا یا انٹر یا بی اے ہونا نہیں اس کو تو نادان لوگ علم کہتے ہیں اس کو علم کہنے کی ایسی مثال ہے جیسے ہاتھی کی تصویر کو بچے ہاتھی کہتے ہیں بلکہ ہم تو علوم درسیہ مروجہ مدارس عربیہ کو بھی جبکہ وہ صرف الفاظ کے درجہ میں ہوں اور عمل اُس کے ساتھ نہ ہو علم نہیں کہتے اور ہم کیا نہیں کہتے حق تعالیٰ نے خود ایسے علماء کو جاہل فرمایا ہے چنانچہ علماء یہود کی نسبت ارشاد ہے ﴿لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ پس مراد علم سے وہ علم دین ہے جو خوف وخشیت کے ساتھ ہو۔ لیکن اس کو سنکر کوئی یوں نہ سمجھے کہ ہم سب کو مولوی ہونے کو کہتے ہیں بلکہ اگر سب مولوی ہونا چاہیں تو ہم خود

روک دیں اس لئے کہ سب مولوی ہو جاویں تو دنیا کا انتظام کون کرے بلکہ مراد ہماری یہ ہے کہ جو نو عمر فارغ ہیں اور قابلیت اُن میں ہے اُن کو علوم دینیہ درسیہ پڑھا کر عالم بناؤ اور جو دنیا کے کام میں مشغول ہیں وہ دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو پڑھے لکھے ہیں وہ اردو میں جو کتب دینیہ علماء محققین کی تصنیف ہیں ان کو کسی عالم سے سبقاً سبقاً پڑھ لیں خود دیکھنا کافی نہیں اور جو پڑھے لکھے نہیں ہیں ان کے لئے ہر محلّہ میں اس کا انتظام ہو جاوے کہ مسجد میں جب نماز کے لئے سب جمع ہوں تو جو ان میں پڑھا ہوا ہو وہ پہلے خود کتاب کا مطالعہ کرے اور جو مقام سمجھ میں نہ آوے اُن کو کسی عالم سے حل کر لے اور اگر کوئی عالم وہاں موجود ہوں تو ان سے پڑھ لے اور پھر یہ ان کو سنایا کرے ان شاء اللہ چند روز میں یہ اَن پڑھ لوگ ضروریات دین سے واقف ہو کر مولوی بن جاویں گے۔

اہمیت مدارس

لیکن اس سے یہ شبہ نہ کرو کہ پھر ان مدارس کی کیا ضرورت رہے گی اس لئے کہ یہ علم دین جو تم کو حاصل ہو گا یا اب جس قدر خاص ہے وہ انہی علماء باضابطہ کی بدولت ہے۔

عورتوں کے لئے حصول علم کا طریقہ

اور عورتوں کے لئے یہ طریقہ ہے کہ مرد اُن کو سنایا کریں جو پڑھے ہوئے ہیں کتاب پڑھ کر سنایا کریں اور جو اَن پڑھ ہیں وہ جو مسائل مساجد میں سے سن کر آویں وہ سنایا کریں بلکہ اس کا بھی قصد نہ کریں کہ عورتیں جمع ہو کر اپنا کام دھندا چھوڑ کر سنیں بس گھر میں پڑھنا شروع کر دیا کرو اس طریقہ سے ان شاء اللہ بہت نفع ہو گا۔

علم کا فائدہ

بلکہ میں تو اس قدر وسعت دیتا ہوں کہ اگر عمل کا ارادہ بھی نہ ہو تب بھی علم حاصل کرلو ان شاء اللہ بہت سے مفاسد کم ہوجاویں گے دین کے بھی اور دنیا کے بھی کم از کم اسی قدر فائدہ ہوگا کہ جن گناہوں کو گناہ نہیں سمجھتے ان کو گناہ سمجھنے لگیں گے اور رفتہ رفتہ ندامت پیدا ہوگی اور کسی وقت اگر رائے بدلی تو اس وقت اپنے پاس عمل کرنے کے لئے ایک ذخیرہ مفت میں حاصل ہوگا اور اگر رائے بدلی اور ندامت ہوئی اور علم نہ ہوا اور اتفاق سے کوئی موقع بھی ایسا نہیں ہے کہ عالم وہاں موجود ہو تو اس وقت سخت حسرت ہوگی اس وقت اس شخص کی ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی خارش میں مبتلا ہو اول تو خشک تھی کھجلانے میں مزہ آیا اس وقت بہت سے اطباء اور اس کے خیر خواہوں نے اس کو نسخے بتلانا چاہے لیکن اس نے ایک نہ سنی انہوں نے ہر چند کہا کہ میاں یہ نسخے استعمال مت کرنا لیکن تم ان کو یاد کرلو لکھ لو کام آویں گے لیکن اس بھلے مانس نے کچھ نہ سنا رفتہ رفتہ وہ اطباء اس کے شہر سے چلے گئے یا رحلت (۱) کر گئے اور اس کی خشک خارش تر ہوگئی اور تمام بدن پھوٹ (۲) پڑا اور کوڑہ تک (۳) نوبت پہنچ گئی اس وقت اگر اس کو ایک آدھ نسخہ بھی یاد ہوتا تو کیسا کام آتا اس وقت بہت پچھتاتا ہے اور حسرت اور افسوس کرتا ہے لیکن اب کیا ہوتا ہے آخر وہ روز سیاہ دیکھنا پڑا کہ اُسی میں ہلاک ہوگیا اور تندرستی کی شکل تک نہ دیکھی۔

تحقیق مسائل کی ضرورت اہمیت

اور ایک اس بات کا التزام کرو کہ تم کو اپنے دنیوی یا دینی معاملات وواقعات میں جو صورت پیش آیا کرے اس کی تحقیق کرلیا کرو کہ شرعاً یہ صورت جائز

(۱) انتقال کر گئے (۲) سارے جسم میں پھنسیاں نکل آئیں (۳) گوشت گل گل کر گرنے لگا۔

ہے یا ناجائز اگر کوئی عالم تمہارے پاس موجود نہ ہو تو کسی عالم کے پاس خط بھیج کر دریافت کرلیا کرو اور یہ نہ ڈرو کہ اگر ہم دریافت کریں گے تو عمل کرنا فرض ہو جائے گا اس لئے کہ فرض ثواب بھی ہے جیسے ایک ڈوم کی حکایت ہے اُس نے وعظ میں سنا کہ چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے اُس نے کہا کہ میں چاند ہی نہ دیکھوں گا اور ۲۹ شعبان سے اپنے گھر کے اندر محبوس ہو کر(۱) بیٹھ گیا کھاتا بھی وہاں کھانا اور پائخانہ پیشاب بھی وہاں ہی کرتا ایک روز بیوی نے کہا کہ کمبخت تجھے کیا ہو گیا ایسا کیوں احدی بن گیا کہ گھر میں ہگتا موتتا ہے بیوی کے کہنے سننے سے باہر نکلا مگر اس صورت سے کہ منہ پر کپڑا رکھے ہوئے اور آنکھوں کو چھپائے ہوئے کہ کہیں چاند نظر نہ آجائے اسی ہیئت سے جنگل پہنچا اور قضائے حاجت کے بعد طہارت کے واسطے تالاب پر آیا اور نظر نیچے کئے ہوئے تھا جب پانی کے پاس آیا تو تالاب میں چاند کا عکس نظر آگیا تو آپ فرماتے ہیں کہ بندہ خدا میں تو تجھ کو دیکھتا نہیں تو کیوں خواہ مخواہ میری آنکھوں میں روزہ فرض کرنے کو گھسا آتا ہے بڑے بڑے ثقہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم وعظ سنیں گے یا مسئلہ دریافت کریں گے تو اس پر عمل کرنا فرض ہو جائے گا اس لئے ہم سنتے ہی نہیں یاد رکھو کہ عمل کرنا بغیر سنے اور جانے بھی فرض ہے جب تم مسلمان ہو تو تمام احکام اسلام کے تم پر فرض ہیں۔ پس یہ سمجھنا غلطی ہے کہ وجوب عمل علم پر موقوف ہے ہاں چونکہ تحقق اور وجود خارجی عمل کا بغیر علم کے نہیں ہوسکتا اس لئے علم بھی فرض ہے پس علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے اس سے ایک واجب تو ادا ہوگا دوسرے کی بھی توفیق ہو جائیگی غرض پوچھا کرو کہ جائز ہے یا ناجائز۔

(۱) گھر میں بند ہو کر بیٹھ گیا۔

علم کا دینی فائدہ

اور علم سے دینی فائدہ یقینی ہے کم از کم کاموں میں جو خرابیاں اور گناہ پیدا ہوجاتے ہیں علم سے اُن کی ہی اصلاح ہوجاتی ہے اور نقصان دنیوی کچھ ہوتا نہیں اس کی ایک مثال عرض کردیتا ہوں اس سے یہ مضمون خوب واضح ہوجائے گا مثلاً تم کو چاندی خریدنا منظور ہے اور چاندی کا نرخ مثلاً سستا ہے کہ روپیہ کی سوا تولہ (۱) آتی ہے تو اگر تم کو علم نہ ہوگا تو تم دس روپیہ کی چاندی خرید کر روپیہ دیدو گے اور اس میں تم کو سود کا گناہ ہوگا جس کا ادنیٰ گناہ یہ ہے کہ جیسے اپنی ماں سے زنا کرنا، بتلائیے آپ کو اس سے کیا حاصل ہوا اگر آپ مسئلہ کے موافق چاندی کی خرید وفروخت کرو تو گناہ سے بھی بچ جاؤ اور حرج بھی کچھ نہیں اور نہ اُس میں کچھ مشقت ہے مثلاً مثال مذکور میں دس روپیہ کی چاندی آپ کو خریدنا منظور ہے تو آپ یہ کریں کہ نو روپیہ نقد اور ایک روپیہ کے پیسے اُس کو دو (۲) یا چار کے ہی پیسے دیدو اس طور سے سود نہ ہوگا اور گناہ سے بچ جاؤ گے اور نقصان بھی کچھ نہیں پس خدا کے لئے علم ضرور حاصل کرلو سستی نہ کرو کہ میاں کون سیکھے جب علم ہوگا تو کبھی نہ کبھی ضرور تم کو خدا کے سامنے ضرور جھکا دے گا لیکن اس کو سن کر ڈرے ہوگے کہ ہم تو کبھی علم نہ سیکھیں گے اس سے ہمارے عیش میں خلل پڑے گا۔ نماز روزہ وغیرہ کرنا پڑے گا صاحبو! عیش برباد نہ ہوگا جس کو تم عیش و آرام سمجھ رہے ہو وہ سراپا کدورت اور مصیبت ہے عیش کی تو صورت بھی نہیں دیکھی، طریقہ پر چلنے سے البتہ راحت اور عیش حاصل ہوگا۔

---

(۱) یہ حکم اس وقت کا ہے جب چاندی کا روپیہ ہوتا تھا اب روپیہ کاغذ کا ہے (۲) پیسے چونکہ چاندی کے نہیں ہوتے تھے اس لئے چاندی کے عوض چاندی میں کمی بیشی کی صورت میں جو سود کا احتمال تھا وہ نہیں رہے گا۔

عمل کی اہمیت

الحاصل ایک جزو تو دستور العمل کا علم تھا جس کے متعلق بقدر ضرورت بیان ہوگیا دوسرا جزو اس دستور العمل کا عمل ہے اس میں بالخصوص علماء اور طلباء سے خطاب کرتا ہوں کہ آپ حضرات جو نرے علم پر ناز کئے بیٹھے ہیں اور فضائل ودرجات عالیہ علم کا مستحق اپنے کو سمجھتے ہیں اور موقع بے موقع عوام کے سامنے فضل العالم علی الجاھل کفضلی علی ادناکم [1] پڑھ دیا کرتے ہیں آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ فضائل کون سے علم کے ہیں مطلق علم کے یا علم مع العمل [2] کے اگر عالم بے عمل کے لئے وعیدیں کتاب وسنت مین نہ ہوتیں تو تمہارا ناز کسی درجہ میں تسلیم کیا جاتا اور جبکہ تم خود وعیدیں علماء سوء کی دیکھتے ہو تو نفس علم کیسے باعث فخر آپ کے نزدیک ہے یاد رکھو! ایسا علم حجۃ اللہ علی العبد ہے [3] خدا کے لئے اس ناز کو چھوڑ و اور عمل میں کوشش کرو ہمارے بعض طالب علموں کا خیال ہے کہ ابھی تو ہم پڑھ ہی رہے ہیں جب پڑھ لیں گے اس وقت عمل کرینگے یہ خیال بالکل غلط ہے جس گناہ کو تم آج نہیں چھوڑ سکتے اور جس طاعت کو اس وقت اختیار نہیں کر سکتے اور نفس پر تم کو قابو نہیں تو کل بطریق اولی تم سے عمل نہ ہو سکے گا بلکہ آج عمل کرنا سہل ہے اس لئے کہ جس قدر مدت گذرے گی نفس کے اندر اخلاق رذیلہ زیادہ متمکن [4] ہوں گے

---

(۱) عالم کو جاہل پر اتنی ہی فضیلت ہے جیسے مجھے تم میں سے ادنی پر (ترمذی: ۲۶۸۵) (۲) عالم باعمل کے (۳) بندے کے خلاف دلیل بن جائے گا (۴) برے اخلاق جڑ پکڑ لیں گے۔

در ختیکہ اکنوں گرفتست پائے به نیروے شخصے بر آید زجائے
دگر ہمچناں روزگارے ہلی بگردد نش از بیخ برنگلی(۱)
سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل چو پرشد نہ شاید گذشتن بہ پیل(۲)

اور دوسرے یہ کہ اس وقت تو تمہارا علم تازہ ہے جب ابھی اس کا اثر نہ ہوا تو آئندہ کو کیا ہوگا گو ممتنع تو نہیں لیکن دشوار ضرور ہوگا اسی لئے اس خیال خام کو چھوڑو اور جو کچھ پڑھتے جاؤ ساتھ ساتھ عمل کرتے رہو اور اگر بدعملی کی یہی حالت رہی اور اسی حالت میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے اور مخدوم بن کر کہیں رہے تو لوگوں پر آپ کے اعمال کا برا اثر پڑے گا اس کا گناہ بھی آپ پر ہی ہوگا اور عوام الناس کو جس قدر شکائتیں اور الزامات علماء پر ہیں وہ اس بدعملی کی بدولت ہیں۔

طلباء کو نصیحت

اور عمل کرنے سے میری مراد صرف روزہ نماز اور بہت سی نفلیں مراد نہیں ہیں نماز روزہ تو بفضلہٖ تعالیٰ آپ لوگ کرتے ہی ہیں بلکہ میرا روئے سخن بیشتر اخلاق کی متعلق ہے تکبر، تحاسد، غیبت، تباغض خصوص معاصی قلب کے(۳) اور معاصی نگاہ کے ان کو چھوڑو اور ان کے معالجہ کی فکر کرو اور خصوص وہ جو احوال کے متعلق ہیں خدا تعالیٰ سے خشیت اور محبت دین کی محبت اور جن سے نفع تم کو پہنچ رہا ہے(۴) ان کی اطاعت اور خدمت اختیار کرو۔ اور بالخصوص حرص اور طمع کے پاس بھی نہ جاؤ اس سے دنیا داروں کی

(۱) ایسا درخت جس نے ابھی جڑ نہ پکڑی ہو اس کو اپنی جگہ سے اکھاڑنا آسان ہے اگر چند روز اسی حال میں چھوڑ دیا گیا اور جڑ مضبوط ہوگئی تو اکھاڑنا مشکل ہے (۲) جس وقت کوئی چشمہ پھوٹتا ہے تو اس میں سے پیدل بھی گذرا جاسکتا ہے لیکن جب وہ بڑھ کر دریا کی شکل اختیار کرجائے تو اس میں سے ہاتھی پر گذرنا بھی مشکل ہے (۳) تکبر ایک دوسرے سے حسد و بغض رکھنا غیبت کرنا اور گناہ کے کام کرنا (۴) یعنی اساتذہ ومشائخ۔

نظر میں آپ لوگوں کی بڑی سُبکی ہوتی ہے(۱) اس لئے جہاں ادنی(۲) احتمال بھی اس کا ہو ہرگز وہاں نہ جاؤ اور نہ وہ فعل اختیار کرو اگرچہ تم تنگی کی حالت میں ہو بالکل مستغنی رہو مگر استغنا میں اتنا بڑا نہ ہو کہ لوگ تم کو متکبر سمجھیں۔ میرا مقصود یہ ہے کہ نہ دنیا داروں سے تملق ہو(۳) اور نہ تکبر استغنا ہو تواضع لئے ہوئے(۴) اگر آپ لوگ اس طرح زندگی بسر کرو گے تو ان شاء اللہ سب کی نظروں میں بھی معزز ہو گے۔

حاصل وعظ

الحاصل اکتساب فضائل کا طریقہ علم و عمل ہے اگر آپ اس طریقہ پر عمل کریں گے تو آپ فضائل کے مستحق ہو جاویں گے اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہم سب کو توفیق عمل کی عطا فرماویں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین
وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا
ومولانا محمد وآله واصحابه وبارك
وسلم۔ تمت(۵)

---

(۱) بے عزتی ہوتی ہے (۲) جہاں ذرا سا بھی شبہ اس بات کا ہو وہاں نہ جاؤ (۳) چاپلوسی (۴) لوگوں سے بے نیازی تواضع کے ساتھ ہو (۵) اللہ تعالیٰ اس وعظ سے تمام پڑھنے والوں کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خلیل احمد تھانوی

15-2-2014